کے نفاذ کے لیے ایک طاقت تیار کرتی ہے۔تو جمہوری حکومت میں پارلیمنٹ کو قوت کا سرچشمہ بتایا جاتا ہے اور شاہی حکومت میں بادشاہ کو قوت کا سرچشمہ بتایا جاتا ہے۔اور اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن نے کسے قوت کا سرچشمہ بتایا ہے؟

قانونی سرچشمہ!

تو قرآن نے بتایا کہ قوت کا سرچشمہ ذات رب العلمین ہے۔اور ساتھ ہی تین بنیادیں بیان کی ہیں۔

(۱) خالقیت، مالکیت، حاکمیت۔ چونکہ جس ملک کے لیے قانون بن رہا ہے اس کا خالق بھی اللہ ہے۔اللہ خالق کل شی۔کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔تو خالقیت کی صفت کے تحت قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہونا چاہیے۔

(۲) دوم بنیاد مالکیت ہے۔وللہ ملک السموت والارض۔اور اللہ کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی مالکیت۔اس سے معلوم ہوا کہ زمین وآسمان کی کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔تو مالکیت کی صفت کے تحت قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہونا چاہیے۔

(۳) سوم بنیاد حاکمیت ہے۔وہ یہ کہ انسان کو نائب کا تو حق ہے مگر خود حاکم نہیں۔ ان الحکم الاللہ۔کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔تو حاکمیت کی صفت کے تحت قوت کا سرچشمہ اللہ کو ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا عظیم احسان ہے کہ انسان کو انسان کی حاکمیت سے نکالا اور اپنی حاکمیت میں رکھا۔تو قوت کا سرچشمہ اللہ رب العلمین ہیں۔

(۲) قانونی سرچشمہ!

قانونی سرچشمہ کی آیت:۔یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو(یعنی کتاب اللہ کی) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو(یعنی سنت کی) اور صاحب اختیار یعنی اولی الامر کی اطاعت کرو۔حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد مجتہدین ہیں یعنی جو اجتہاد کے ذریعہ قرآن وحدیث سے مخفی مسائل مستنبط کرتے ہیں۔تو یہ تیسرا ماخذ ہو گیا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قانونِ فقہ انسانی قانون ہے۔یہ غلط خیال ہے۔

اصول فقہ میں اس کو قیاس کہتے ہیں۔القیاس مظھر ولا مثبت۔یعنی قیاس مخفی چیز کو ظاہر کرتا ہے۔مثلاً ایسا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ وہ مسئلہ خود تو قرآن میں واقع نہیں مگر اس مسئلہ کے مطابق دیگر مسئلہ قرآن میں موجود ہے تو مجتہد کوشش کر کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منشاء کے مطابق مسئلہ کو ظاہر کرتا ہے۔مثلاً حرمت علیکم امھتکم و بنتکم۔فرمایا کہ ماں اور بیٹیاں حرام ہیں۔اب آگے تفصیل نہیں۔تو آئمہ مجتہدین نے ژرف نگاہی سے کام لیا یعنی گہری نظر ڈالی وجہ معلوم کی کہ ماں کیوں حرام ہے؟ تو معلوم ہوا کہ بیٹا یعنی یہ آدمی ماں کا جز ہے تو اسی طرح وہ اس کی نانی بھی جز ہے تو نانی بھی حرام ہوئی اسی طرح اوپر چلے جائیں اور بنات اس آدمی کا جز ہیں۔آگے ان کی اولاد اسی طرح نیچے چلے جائیں یہ سب حرام ہوئیں۔تو اس طرح حرمت کی دلیل پیدا کی۔تو یہ چیز کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ چیز پہلے سے موجود تھی جو مخفی تھی

اسے حضرات آئمہ کرام نے ژرف نگاہی سے ظاہر کیا۔ تو ہر آدمی اس لائق نہیں کہ اجتہاد کرے یہ کام صرف آئمہ کرام کر سکتے ہیں۔

فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول ۔ اگر کسی معاملہ میں تنازعہ پیدا ہو جائے تو تم اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف لوٹا دو۔ یعنی کتاب اللہ (قرآن) اور کتاب الرسول (احادیث) طرف لوٹا دو۔

قرآن ۔ حدیث ۔ اولی الامر ۔ یہ ماخذ ہیں۔ اگر تم کسی مسئلے پر متفق ہو تو اسے اجماعاً کہتے ہیں۔ جتنے آئمہ کرام گذرے ہیں ان کے اتفاق کو اجماع کہتے ہیں۔ تو تنازعہ کی صورت میں قرآن و حدیث کی جانب لوٹیں گے ان کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے گا۔

(۳) مقصدِ قانون!

(۱) آئین کے لیے تیسری چیز مقصد قانون ہے۔ قانون کے مقصد پر اگر غور کیا جائے تو سب سے اول دین کی حفاظت ہے۔ مطلب یہ کہ ایسا کوئی قانون نہ ہو جس سے دین بگڑے۔ دین کو کوئی نقصان نہ ہو۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ۔ کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو دین کی تبلیغ کرے۔ نیکی پھیلائے اور بدی روکے۔

(۲) دوسری چیز تحفظِ مال: کہ قانون ایسا ہو جس میں مالی تحفظ ہو۔ تاکہ کوئی ایک دوسرے کا حق نہ مارے۔ ولا تاکلوا اموالکم

بینکم بالباطل ۔ ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ وتدلوا بھا الی الحکام ۔ اور ان کو حکام تک رسائی کا ذریعہ نہ بناؤ۔

کہ جھوٹی مقدمہ بازی میں حکام سے اپنی واقفیت کی بنا پر غلط فیصلے کرانا۔ لتاکلوا اموالکم ۔ تاکہ دوسروں کے مال کھاؤ۔ یعنی غلط فیصلے کرا کے دوسرے لوگوں کے حقوق غصب کرنا۔

(۳) تیسری چیز تحفظ جان ۔ یعنی قانون کے مقصد پر اگر غور کیا جائے تو ان میں ایک چیز تحفظ جان ہے۔ یعنی قانون ایسا ہو کہ جس سے جان و مال اور دین کا تحفظ ہو۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً یعبدوننی لایشرکون بی شیاً۔

اللہ نے وعدہ کر لیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالحہ کیے کہ انہیں ملک میں حاکمیت عطا کرے گا۔ جیسا کہ پہلوں کو حاکم کیا تھا۔ اور پکا کر دیگا ان کے لیے ان کا دین جو ان کے لیے پسند کیا۔ انہیں خوف و ڈر کے عوض امن دیگا۔ میری بندگی کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ کریں گے۔

یعبدوننی سے معلوم ہوا کہ شرک مٹانا بھی حکومت کا مقصد ہے۔ من بعد خوفھم امناً ۔ خوف سے امن میں بدل دیں۔ یعنی قرآنی قانون کے

ذریعے جان کی حفاظت ہو۔ علیکم القصاص فی القتلیٰ۔ قصاص کا قانون
حفظ جان کے لیے ہے۔ ولا تقتلوا انفسکم۔ فرمایا کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔
یہ قانون بھی جان کی حفاظت کے لیے ہے۔

(۴) چوتھی چیز حفظ عقل: یعنی قانون ایسا ہو کہ اس سے عقل کی حفاظت ہو۔ تو عقل کو بگاڑنے والی چیز نشہ پہنچانے والی ہے یعنی جو چیز مستی پیدا کرے۔ اس لیے فرمایا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام۔

(۵) پانچویں چیز تحفظ عزت: یعنی عزت کی حفاظت ہو۔ یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم۔ فرمایا۔ شاید جس سے تم مذاق اڑا رہے ہو وہ اللہ کے نزدیک تم سے بہتر ہو۔ ولا یغتب بعضکم بعضا۔ فرمایا: کہ کسی کے پس پشت دل آزاری والی بات نہ کی جائے۔ اسلام میں ہر غریب وامیر برابر ہے۔ سب معزز لوگ ہیں۔ یہ غلط ماحول بنادیا گیا ہے کہ مالدار لوگ معزز ہیں۔ نہیں! غریب بھی معزز ہیں۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا و عددہ۔ خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی جس نے مال سمیٹا اور گن گن کر رکھا۔ مال شرافت کا معیار نہیں۔

شرافت کوئی اور چیز ہے۔

(۶) چھٹی چیز تحفظ نسب: یعنی قانون ایسا ہو جو زنا جیسی برائی کو سختی سے کچلے۔ جیسے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔ فرمایا کہ اگر زانی مرد و عورت غیر شادی شدہ ہیں تو انہیں سو کوڑے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ ہیں تو انہیں سنگساری سے ختم کردو۔ یہ قانون نسب کی حفاظت کے لیے ہے۔

(۷) ساتویں چیز تحفظ حقوق شہریت: یعنی قانون ایسا ہو کہ جس سے شہری حقوق کا تحفظ ہو۔ اس سے دیہات بھی مراد ہیں یہ نہیں کہ صرف شہر والوں کے حقوق ہیں۔

حقوق شہریت میں سب سے اول مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ یعنی جو شخص پہلے سے غیر مسلم ہے تو اسے اپنے مذہب میں آزادی ہو۔ مرتد اس سے خارج ہے۔ اس کی بحث پہلے گذر چکی ہے۔

دیکھو اسلام میں ذمی کافر کو آزادی ہے لا اکراہ فی الدین فرمایا کہ دین میں جبر نہیں۔ ہم نے ہزار سال سے زیادہ عیسائیوں پر حکومت کی مگر مذہبی طور پر ایک بھی قتل نہیں ہوا۔ مگر جب اندلس پر عیسائی فاتح ہوا تو اس نے زندہ مسلمانوں کو قتل کیا اور مردوں کی قبریں اکھیڑ ڈالیں۔ کیا یہ اخلاق ہے؟ اسی طرح ہندوستان پر ہم نے کتنا طویل عرصہ حکومت کی مگر ایک ہندو بھی قتل نہیں ہوا۔ مگر آج ہندوستان میں مسلمانوں

کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہو رہا؟ اسلام میں ایک خوبی اور بھی ہے کہ حاکم یا غیر حاکم ہو تو ظلم اور بے انصافی کے خلاف ان تنقید یا نکتہ چینی کا حق سب کو حاصل ہے۔ کیا آج ہم ماؤزے تنگ یا ولسن کے خلاف آواز نکال سکتے؟

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ فرمایا کہ اللہ کسی کی برائی بیان کرنا پسند نہیں کرتا الا من ظلم مگر جبکہ ظلم ہو تو پھر بیان کرے۔

(۸) آٹھویں چیز ضروریات حیات کا تحفظ: یعنی قانون ایسا ہو کہ ضروریات زندگی کی اشیاء کا تحفظ ہو۔ وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ ہر ایک کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ تو جب رزق اللہ کے ذمے ہوا تو جو نائب خدا یعنی خلیفہ پر بھی رعیت کو رزق پہنچانا فرض ہے۔ یعنی اس پر فرض ہے کہ ملک میں خورد و نوش کی اشیاء کی حفاظت کرے اور ان کی نگرانی کرے۔ تو خورد و نوش کی اشیاء کی دیکھ بھال خلیفہ کے ذمہ ہوئی۔ حدیث پاک میں ہے۔ وکلکم راع مسئول عن رعیتہ۔ ہر شخص جو اپنے تحت ماتحت رکھتا ہو تو اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔

جو آدمی رعایا کے حقوق ادا نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کی پشت پر ایک بورڈ چسپاں ہوگا جس پر لکھا ہوگا ھذہ غدرۃ فلاں بن فلاں۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے مسلمان حکمران انصاف بھی کرتے تھے اور وہ اللہ سے رو رو کر معافی مانگتے تھے۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ عنبر اور کستوری ناک پر باندھ کر وزن کرتے تھے تاکہ رعایا کا حق میں نہ سونگھوں۔ یہ پہلے شہزادے تھے بڑی سہولت کی زندگی بسر کرتے تھے مگر جب خلیفہ بنائے گئے تو پوری رعایا سے غربت کی زندگی بسر کرتے تھے اور ساری ساری رات خدا تعالیٰ کے خوف سے روتے رہتے تھے۔

ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ کار خیر میں ایک دوسرے کی مدد کرے اور کار شر میں نہ کرے۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ فرمایا کہ نیکی کے کاموں میں تعاون کرو اور برائی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

اگر غلط سفارش، رشوت اور اقرباء پروری ترک ہو جائے تو غریب اچھی زندگی بسر کرے گا۔ یہی آیت مذکورہ جلسے اور جلوسوں کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اگر ایک جلسہ اور جلوس نیکی کو پھیلانے اور بدی کو روکنے کے لیے کیے جائیں تو ان کا تعاون کیا جائے ان میں شرکت کی جائے۔ اس لیے فرمایا تعاونوا علی البر والتقوی۔ اور اگر کوئی ایسے جلسے جلوس ہوں جن سے برائی پھیلے ایک دوسرے کو گالی دیں۔ تو عوام اور حکومت دونوں ان کا تعاون نہ کریں۔ اس لیے فرمایا ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ تو حقوق شہریت کے لیے دائرہ قائم کیا گیا کہ جائز کاموں

میں امداد کی جائے۔

(۹) نویں چیز یہ کہ اقتدار اعلیٰ کی کیا شرائط ہیں؟ قرآن نے ایک کا دو شرطیں بیان کی ہیں۔

وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت ۔ فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح والوں کو اقتدار دونگا۔ تو ایمان اور عمل صالح شرطیں ہوئیں۔ اور ایک صفت دوسری آیت میں بیان کی۔ جب حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا امیر بنایا گیا تو انہوں نے اعتراض کیا۔ انی یکون له الملک علینا ونحن احق بالملک منه ولم یوت سعة من المال ۔ کہ یہ کس وجہ سے امیر بنایا گیا ہے؟ یہ مالدار نہیں غریب ہے۔ تو خدا نے جواب دیا مالداری ضروری نہیں۔ وزاده بسطة فی العلم والجسم ۔ فرمایا کہ اس کی بدنی اور علمی قوت زیادہ ہے۔ قوت علمی سے حق و باطل میں فرق جانے گا اور قوتِ بدنی سے بہادر زیادہ ہوگا۔

(۳۳۵) خلافت کی خصوصیات!

(۱) پہلی خصوصیت یہ ہے کہ خلافت میں زندگی کے اندر سادگی ہوگی۔ مثلاً خلیفہ کی سواری، مکان اور خورد و نوش عام لوگوں کے برابر ہوگا مگر ملوکیت میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

(۲) خلافت میں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ عام آدمی خلیفہ سے آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے مگر ملوکیت میں اس کے برعکس ہے۔

(۳) خلافت میں تیسری خصوصیت یہ ہے کہ خلیفہ میں دین و دنیا دونوں کی سربراہی دونوں جمع ہوتی ہیں۔ یعنی وہ دنیا کے امور کے علاوہ پانچ نمازوں اور عیدین کے امام بھی رہے ہیں۔ یہ چیز تو کچھ نہ کچھ بنی امیہ میں بھی کافی حد تک رہی ہے۔

(۴) خلافت میں چوتھی خصوصیت بیت المال کے سلسلے میں ہے وہ یہ کہ خلافت میں خزانہ مملکت کا ہوتا ہے لیکن ملوکیت میں خزانہ شخصی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے بادشاہ اپنی تعریف کرنے والوں کو گرانقدر انعامات اور جاگیریں عطا کرتے تھے۔

(۵) خلافت میں پانچویں خصوصیت فنا فرق اور احداث فرق کے اسباب ہیں۔ وہ یہ کہ خلافت مختلف فرقے نہیں بننے دیتی اور ملوکیت میں مختلف فرقے بنتے ہیں وہ اس لیے کہ ملوکیت میں جبر و تشدد ہوتا ہے جو مختلف فرقوں کا سبب بنتا ہے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں عبداللہ ابن سبا یہودی نے اہل تشیع کو کچھ بڑھایا تو ان میں سے کچھ کو قتل کیا گیا اور کچھ کو جلاوطن کیا گیا۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں دشمنوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے لیکن ایک سال میں ہی انہیں ختم کردیا گیا۔ نہ تو مدعیان نبوت رہے اور نہ ہی اہلیان نبوت رہے۔

مگر یہاں ہمارے پاس نبوت کے دعوی کرنے والوں سے کوئی باز پرس

بلکہ ان کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

(۶) خلافت میں چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الحاد کی جڑ نکل جاتی

ملوکیت میں ملحد کی سرپرستی کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلاف راشدہ

دور میں ایک بے دین اور ایک ملحد نہیں پا سکتے۔

(۷) خلافت راشدہ میں ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ معروفات (نیکیاں)

ہیں اور منہیات (برائیاں) ختم ہو جاتی ہیں مگر ملوکیت میں اس کے بر

ہے۔

(۳۳۶) حضرت آدمؑ کا عہدہ خلافت!

حضرت آدمؑ کو وہ عہدہ عطاء ہوا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کسی کو نہیں ملا

یعنی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہونا۔ باقی کو ملا ہے تو وہ ان کی اولاد کو ملا ہے اور کسی کو نہیں ملا۔

(۳۳۷) وجوہاتِ عہدہ خلافت!

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ خلافت اس لیے ملی تا کہ انسان کو اپنی شخصیت کا احساس ہو

کہ تو جانور بن کر دنیا میں نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے جانشین کی اولاد ہو اور

اولاد اپنے باپ کی طرف لوٹتی ہے۔ اگر باپ تہجد گذار ہو تو بیٹا بھی اسی طر

بننے کی کوشش کرتا ہے۔ کل شی یرجع الی اصلہ۔ تو اس سبب

انسان میں جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنے اصل یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ والہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کے طریقہ پر چلیں۔

لیکن اتنی وضاحت کے باوجود بھی اس دور جدید میں شیطان نے اتنا بگاڑ

ا ہے کہ انسان بربادی کی سمت جا رہا ہے۔

(۲) علم کو عبادت پر فوقیت ہے اللہ تعالیٰ نے علم حضرت آدمؑ کو عطا کیا ملائکہ کو نہیں

تو علمی برتری کی وجہ سے عہدہ خلافت ملا۔

وال کہ علم کو عبادت پر فوقیت کیوں ہوئی؟

ایک موقعہ پر مجھ سے سوال ہوا کہ علم کو عبادت پر فوقیت کیوں ہوئی؟

میں نے کہا عالم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور عبدیت یہ بندہ کی صف ہے۔

حضرات اولیاء کرام بھی بہت بڑے عالم ہوا کرتے تھے۔ حضرت داتا گنج

بخشؒ بہت بڑے عالم تھے صرف عبادت گزار بزرگ نہ تھے۔ حضرت محمد

ابن ختلیؒ ان کے استاد تھے جو دمشق کے رہنے والے تھے۔

(۳) تیسری وجہ یہ کہ انسان کے اندر تین صفتیں ہیں شہوت، غضبیت، اور

ملکیت۔

مگر ملائکہ میں صرف ملکیت کی صفت ہے باقی دو صفتیں نہیں۔

اب اگر انسان شہوت اور غضبیت کی قوت پر قوۃ ملکیت کو فوقیت دے دے تو

ملائکہ سے انسان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

(۳۳۸) حضرت نوحؑ کی اولاد!

حضرت نوحؑ کے چار بیٹے تھے کنعان، حام، سام اور یافث۔ تین کشتی میں

وار ہوئے اور پناہ لی۔ ایک بیٹا کنعان کشتی میں سوار نہ ہوا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ

محض خون کا رشتہ کام نہیں آتا بلکہ ایمان اور عمل صالح والا مقصد پورا کیا جائے۔

(۳۳۹) تمام دنیا حضرت نوحؑ کی اولاد ہے!

طوفانِ نوحؑ کے بعد تمام دنیا حضرت نوحؑ کی اولاد ہوئی۔

(۱) پورا عرب اور بنی اسرائیل تک یہ سام کی اولاد ہیں۔

(۲) افریقہ اور بحر الکاہل کے جزائر والے یہ حام کی اولاد ہیں۔

(۳) روس اور چین وغیرہ یہ یافث کی اولاد ہیں۔ یافث کی اولاد کو یاجوج ماجوج کہتے ہیں۔

(۳۴۰) عظمتِ تخلیقِ حضرت آدمؑ!

تمام مخلوقات بمع جنات وغیرہ حضرت آدمؑ سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔

خداتعالیٰ نے ہر چیز کو کن فیکون سے پیدا کیا ماسوا حضرت آدمؑ کے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو عظمت بخشی کہ آپ کا قالب تیار کیا گیا۔

(۱) حضرت جبرائیل کو حکم ہوا کہ ہر قسم کی مٹی اکٹھی کرو۔ مثلاً سیاہ، سفید، پتھریلی اور شوریلی وغیرہ۔ جب حضرت جبرائیل مٹی اکٹھی کرنے لگے تو چونکہ اللہ نے ہر چیز کو علم، دانائی اور گفتگو بخشی ہے تو مٹی بولی کہ کیوں اکٹھی کر رہے ہو؟ جبرائیل نے فرمایا کہ اللہ اپنا نائب بنانا چاہتا ہے۔

تو زمین رو پڑی۔ یہ حضرت آدمؑ کے لیے نہیں روئی کیوں وہ تو صالح ہستی تھے۔ آگے جو ظالم انسانوں کا بُرا سلسلہ شروع ہونا تھا وہ اس پر روئی تو انہوں نے اس پر ترس کھایا اور مٹی نہ اٹھائی اور خالی ہاتھ چلے آئے۔

(۲) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو بھیجا وہ بھی خالی ہاتھ چلے آئے۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو بھیجا وہ بھی خالی ہاتھ چلے آئے۔

(۴) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو بھیجا تو انہوں نے زمین کو کہا کہ میرے سامنے مت رو میں تیرے رونے سے مرعوب نہیں ہوتا۔ تو حضرت عزرائیل مٹی اٹھا لائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل اور ان کے کارندے جنہیں جان لینے پر مامور کیا ہوا ہے ان کی طبیعت اللہ تعالیٰ نے سخت بنائی ہے ان کو رونے پر متاثر ہونے کی طبیعت بخشی ہے۔

(۳۴۱) آدمؑ کے قالب کی تیاری!

(۱) جہاں اس وقت بیت اللہ شریف ہے اس جگہ پر یہ مٹی ڈال دی گئی اور اس پر چالیس دن بارش برستی رہی جو روحانیت سے پُر تھی۔

(۲) روایت میں ہے کہ ۳۹ دن کی جو بارش تھی وہ رنج وغم اور دکھ کی بارش تھی اور ایک دن خوشی کی بارش تھی تا کہ معلوم ہو کہ انسان کو دنیا میں غم جھیلنا ہوں گے (غم ہوں گے بھی زیادہ) مگر انسان مست ہے اسے آخرت کی کوئی فکر نہیں۔

(۳) پانی خشک ہوا تو مٹی کیچڑ بن گئی۔ عرصہ بعد ایسی ہو گئی جس طرح کمہار گوندھ کر برتن تیار کرتا ہے۔

(۴) قرآن نے مٹی کی تین حالتیں بیان کی ہیں

(۱) خلقه من تراب۔ (۲) من طین۔

(۴) من صلصال۔

صلصال: کا معنی یہ کہ ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔ یہ مٹی کی آخری حالت تھی۔

(۵) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میدانِ عرفات کے قریب (نعمان) نامی جگہ پر رکھ دو!

اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو لفظ (کــن فیــکــون) سے بنایا مگر حضرت آدمؑ کے لیے فرمایا ان کا قالب میں اپنے ہاتھ سے بناؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہاتھ وغیرہ سے پاک ہے یعنی اللہ کا ہاتھ نہیں مگر یہاں عظمت کے لیے ذکر کیا۔ یعنی کہ حضرت آدمؑ کی عظمت مقصود تھی۔ (لما خلقت بیدی): جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

(۶) حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب یہ قالب بنا تو ایسا نقشہ تو پہلے نہ تھا۔ یعنی ملائکہ نے ایسا نقشہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا تو ملائکہ قطار در قطار اس کے گرد چکر لگانے لگے۔ ابلیس بھی دیکھنے آیا تو ملائکہ اور ابلیس میں مکالمہ بھی ہوا۔

(۷) ملائکہ و ابلیس کا مکالمہ!

ملائکہ نے حضرت آدمؑ کے قالب کی تعریف کی۔

ابلیس کو کثرت عبادت اور علم کی وجہ سے خلافت ملنے کی امید تھی۔ جب خلافت نہ ملی تو کہنے لگا کہ اندر سے جگہ خالی ہے۔ یعنی قالب کے اندر کا حصہ خالی ہے۔ تو کہنے لگا کہ اندر سے خالی ہے میرا چکر چل سکے گا۔ مطلب یہ کہ اس کی

اولاد کو غلط کاموں (یعنی گناہ) پر تیار کرلونگا۔

(۸) اس کے بعد فنفخت فیہ من روحی۔ کہ میں نے اس میں اپنی روح ڈالی۔

(۹) سب سے پہلے سر میں جان ڈالی گئی۔ جب سر میں جان پیدا ہوئی تو حضرت آدمؑ چھینکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کہو الحمدللہ۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ تم کہو یرحمکم اللہ۔ یہ سنت آج تک چلی آرہی ہے۔

(۱۰) اس کے بعد ناف تک جان آئی تو حضرت آدمؑ اٹھنے لگے تو فرمایا خُلق الانسان من عجل۔ انسان کو جلدی بازی سے پیدا کیا گیا۔

اس سے انسان میں جلد بازی آگئی۔

اس پر منکرین قیامت کا قول نقل فرمایا۔ ایان مرسٰھا۔ کہ اگر قیامت نے آنا ہے تو جلدی کیوں نہیں آتی؟

(۱۱) اب روح پڑ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

فقعوا لہ سجدین۔ تو انہوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔

تو حضرت آدمؑ کو چند عظمتیں ملیں!

(۱) ایک یہ کہ آپ کا قالب خود اللہ تعالیٰ نے بنایا۔

(۲) دوسری یہ کہ آپ میں روح بھی خود اللہ تعالیٰ نے ڈالی۔

(۳) تیسری یہ کہ آپ کی مٹی کو کعبہ شریف والی جگہ پر رکھا گیا۔

(۴) چوتھی یہ کہ پھر نعمان جیسی مقدس جگہ پر روح ڈالی گئی۔

(۳۴۲) سنت وبدعت کی تعریف!

(۱) سنت: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر چلنے کو سنت کہتے ہیں۔

(۲) بدعت: بدعت سنت کی ضد ہے۔ اس کا معنی یہ کہ اپنی طرف سے نیکی گھڑ (بنا) لینا۔

(۳۴۳) بدعت کا نقصان!

بدعت اتنی بُری چیز ہے کہ بعض اوقات تو انسان بدعت کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً انسان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کہہ دے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بشر نہیں۔

(۱) بشر نہ کہنے سے یہ نقصان لازم آتا ہے کہ اس شخص نے خدا تعالیٰ کو (نعوذ باللہ؟) جھوٹا کہا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی ۔ کہہ دے اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ علیہ والہ وسلم) کہ میں صرف بشر ہوں۔ یوحی الی۔ فرق یہ ہے کہ میں نبی ہوں میرے پاس وحی آتی ہے۔

یہ لفظ قرآن میں کئی جگہوں پر آیا ہے۔ تو قرآن کے ایک لفظ کے نہ ماننے والے کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

(۲) دوسرا نقصان یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بشر نہ کہنے والے نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی (نعوذ باللہ) سچا نہ مانا۔

مثلاً ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز میں سہو فرما گئے۔ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی بھول سکتے ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا انما انا بشر انسی کما تنسون۔ فرمایا میں بشر ہوں تمہاری طرح میں بھی بھولتا ہوں۔

(۳) تیسرا نقصان یہ کہ جو والدین سے پیدا ہو وہ بشر ہوتا ہے ورنہ پھر تو والدین کا (نعوذ باللہ) انکار کرنا پڑے گا۔

(۴) چوتھا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھانا، پینا وغیرہ کے عمل کرتے تھے۔ کیا یہ عمل بشر نہیں کیا کرتا؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بشر نہ ہوتے تو کھانے، پینے اور پہننے وغیرہ کی سنتوں کا ہمیں کیسے علم ہوتا؟

(۵) یہ کہ اگر جن یا فرشتہ امامت کریں تو نماز نہیں ہوتی۔ امام اور نکاح کے لیے بشریت کی جنس کا ہونا ضروری ہے۔

قاضی جلال الدینؒ کے حالات میں ذکر ہے کہ کسی جن کو انسان عورت سے اور کسی جن عورت کو انسان مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

(۶) بدعتی کے لیے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ وہ بدعت سے توبہ نہیں کرتا کیونکہ وہ بدعت کو نیکی سمجھ کر کرتا ہے۔

(۳۴۴) بدعتی کی تکریم وتعظیم منع ہے!

حدیث: من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم

الاسلام۔ جس نے بدعتی کی عزت کی اس نے دین کی تعمیر کو نقصان پہنچایا۔

(۳۴۵) محبت کا معیار قربانی پر ہے نہ کہ صرف نعت خوانی پر!

قل ان کان آبائکم و ابنائکم واخوانکم	ترجمہ: کہدو کہ تمہارے باپ (اور) تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی
وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا	تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان تمہارے کمائے ہوئے مال
وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا	تجارت جس کے مندہ پڑ جانے (کا) تمہیں خطرہ ہو، تمہارے پسند (کے) مکانات۔
احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ۔	اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے اور اس کے راستے میں جہاد سے تمہیں زیادہ پسند ہیں۔
فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ	تو انتظار میں رہو تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا حکم لے آئیں۔
واللہ لایھدی القوم الفسقین۔	اور اللہ بدکار لوگوں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

تو قرآن یہ چاہتا ہے کہ قلبی محبت کے ساتھ عملی چیز ہو۔ تو قرآن نے مذکورہ بالا آیت میں آٹھ چیزیں بیان کی ہیں اور فرمایا کہ صرف محبت کا دعویٰ کرنا اور نعت پڑھ لینا کافی نہیں جب تک کہ ان مذکورہ بالا آٹھ چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت پر قربان نہ کرو گے اورگرنہ قبر تک ہدایت نہ ملے گی۔

مختصر بتانا یہ مقصود تھا کہ دین کی راہ میں ان آٹھ چیزوں کی قربانی یہ محبت الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دلیل ہے۔ اور یہ محبت کی نعمت پوری کائنات سے بڑھ کر ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ اس پر مکمل طور پر اترتے ہیں۔

(۳۴۶) اللہ تعالیٰ کے گھروں کی تعمیر!

(۱) بیت اللہ شریف کو حضرت آدمؑ نے بنایا۔ ملائکہ نے بیت اللہ شریف کے لیے بڑے بڑے سرسبز خطے مقرر کیے مگر خدا تعالیٰ نے (بواد غیر ذی زرع) ریگستانی علاقہ منتخب کیا۔ جہاں کعبہ شریف بنایا گیا۔ یہ تمام مساجد کا پیشوا ہے۔

(۲) محدثین کرام کو یہ شبہ گذرا ہے کہ حضرت آدمؑ مسجد الحرام کے بانی ہیں اور حضرت سلیمانؑ مسجد اقصیٰ کے بانی ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب مسجد الحرام کی تعمیر کی تو اس سے چالیس برس بعد ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ تو مسجد اقصیٰ کے پہلے بانی حضرت یعقوبؑ اور دوسرے بانی حضرت سلیمانؑ ہیں۔

(۳) مسجد نبوی اور مسجد قبا بھی تقدس رکھتی ہیں۔ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تعمیر کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود کام بھی کیا تھا۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اینٹیں نہ اٹھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کی اینٹ اٹھانا کوئی کم نیکی ہے۔ مسجد نبوی کی جگہ کی قیمت اور اس کی تعمیر کا خرچ حضرت صدیق اکبرؓ نے ادا کیے۔

(۳۴۷) قوم یہود کے تین دور!

(۱) ضعفِ ایمان کا دور!

اس قوم یہود کا ایک دور ضعفِ ایمان کا دور گذرا ہے۔ مشرکوں اور کافروں کے اختلاط کی وجہ سے ان کا ایمان کمزور ہوا۔ یہ لوگ ایک لمبے زمانے تک کافروں سے مل جل کر رہے تو اس سے اختلاط کی وجہ سے اس قوم میں مشرکانہ اور کافرانہ خیالات پیدا ہوئے تو ان میں ضعفِ ایمان کا دور جاری ہوا۔

(۲) غلامی کا دور!

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قوم غلام رہی ہے تو غلامی کی وجہ سے ان میں مشرکانہ خصلتیں پیدا ہو گئیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس ملک ہندوستان میں ہم نے آٹھ سو سال حکومت کی مگر صرف ایک سو سالہ انگریز کی غلامی میں سب کچھ ختم کر بیٹھے۔ شکل وشباہت اپنی

نہ رہی، عقائد میں شک وشبہ پیدا ہوا۔

تو یہ قدرتی اثر ہے کہ جس کی غلامی ہو گی اسی کا رنگ چڑھے گا۔

(۳) قوت ایمانی کا دور!

ضعفِ ایمان کا دور نزول تورات سے پہلے تھا۔ تورات ملنے کے بعد پھر اس قوم میں ضعف ایمان قوت ایمان سے تبدیل ہوا۔ تو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں اس قوم میں قوتِ ایمانی کا دور ہوا۔

(۳۴۸) اقسام توحید!

پانی پت کے ایک بزرگ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندرؒ ہو گزرے ہیں۔ یہ بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے۔ مگر آج تو اس کو قلندر کہتے ہیں جو ننگا پھرے۔ بھنگ پیے اور نشہ کرے وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے ایک مرتبہ پانی پت میں حضرت بوعلی قلندرؒ کے مزار کے قریب وعظ فرمایا تو اس میں آپ نے قلندر پر بحث بیان فرمائی۔ قلندر کا مقام بیان کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ

۱۔ ایک توحید عوامی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

۲۔ توحید الخواص۔ شریعت پر مکمل عمل کرنا۔

۳۔ توحید العشاق۔ کہ پابندی شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مطالعہ میں ایسا غرق ہو جائے کہ اپنے وجود کا خیال نہ رہے۔ اسے قلندر کہتے ہیں۔

(۳۴۹) مسئلہ تعدد ازواج!

عیسائی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تعدد ازواج کا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ امت کو تو چار کی اجازت دی اور خود اس سے زائد نکاح کیے۔؟

لیبان عیسائی لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نکاح نہیں کیے۔ کیا یہ نفسانی خواہش تھی کہ پہلا نکاح عین جوانی میں ایک بوڑھی بیوہ سے نکاح ہوا؟ پھر ہجرت کے بعد عرصہ دو سال بغیر نکاح کے گزارے۔ حضرت صدیقہؓ کے باقی سب بیوہ تھیں۔ حکمتیں اللہ کو معلوم ہیں۔

(۱) ظاہری صورت یہ ہے کہ بعض عورتوں نے دین کے لیے قربانی دی۔ کسی کے والد اور کسی کا شوہر دین کی خاطر شہید ہوئے۔ ان کی دلجوئی اور دین کے احسان کے بدلے میں نکاح کیے گئے۔ کیونکہ امہات المومنین بننا بہت بڑا فخر واعزاز تھا۔

(۲) دوسرا اس وجہ سے کہ عرب کے تمام بڑے قبائل میں نکاح کیے تا کہ ان قبائل کی ہمدردی کی وجہ سے اسلام پھیلنے میں آسانی ہو۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عورتوں کے بھی تو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام تھے انہیں بھی تو اسلام کی تعلیم دینی تھی۔ تو اس لیے تجربہ کار خواتین لی گئیں۔ تا کہ امت کی عورتوں کو تعلیم دی جائے۔ تو یہ سب امت کے لیے کیا گیا۔

خالصة لک من دون المومنین ۔ کہ چار سے زائد کی اجازت صرف تیرے لیے ہے۔ امت کے لیے نہیں۔ یہ ایک خصوصی معاملہ ہے۔ جس طرح حکومتوں میں سپیشل کیس ہوتے ہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تعدد ازواج کا معاملہ بھی خصوصی اور سپیشل کیس ہے۔

(۳۵۰) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دیگر خصوصیات!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صرف نکاح میں خصوصیت نہیں بلکہ دیگر چیزوں میں بھی خوصیت ہے۔ یہ تفصیل (خصائص کبریٰ) علامہ سیوطیؒ میں دیکھیں۔

(۱) ہماری زبان صرف میٹھا و کڑوا مزا معلوم کرتی ہے۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک اس کے علاوہ حلال وحرام وزہر وغیرہ کی تمیز رکھتی ہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بعینہ سامنے کی طرح پیچھے بھی دکھائی دیتا تھا۔

(۳) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آواز مبارک میں وسعت تھی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھیں مبارک سوتی تھیں اور قلب مبارک بیدار ہوتا تھا۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چالیس نوجوانوں کے برابر قوت عطاء ہوئی ہے۔

(۶) دوسری روایت میں ہے کہ وہ نوجوان بھی جنت کے ہیں۔ جن میں سے ایک کی طاقت دنیا کے سو نوجوانوں کے برابر ہوتی ہے۔

تواس لحاظ سے دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فطری طور پر تعدد ازواج کا حق حاصل تھا۔

اگر مذاہب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو دنیا میں جتنے مذاہب ہیں سماوی یا غیر سماوی۔ان سب میں تعدد ازواج کی اجازت ہے۔

حضرت ابراہیم۔یہود۔نصاری اور مسلمانوں کے ہاں بالاتفاق پیغمبر ہیں ان کی بھی متعدد بیویاں تھیں۔اسی طرح حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰ وغیرہ کی متعدد بیویاں تھیں۔تو یہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کس بات کا اعتراض کرتے ہیں۔

(۳۵۱) بداں را نیکاں بہ بخشد کریم!

ایک مسئلہ ہے خیار عیب کا۔وہ اس طرح کہ اگر ایک آدمی سو بکری کا سودا کرے بعد میں ایک بکری اگر عیب دار نکل آئے تو یا تو وہ سو کی سو رکھے گا اسی قیمت پر اور اگر واپس کرنا چاہے تو ساری واپس کرے گا۔اسلام میں اسے خیار عیب کہتے ہیں۔ اور اگر علیحدہ علیحدہ سودا کیا ہو تو ایک کا سودا ہو یا زائد کا تو اسی مقدار میں واپس کر سکتا ہے۔تو اس مسئلہ سے علماء کرام نے مسئلہ نکالا کہ اگر پانچ سو یا کم وبیش آدمیوں نے مل کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی تو ان میں سے کچھ لوگوں کی نماز غلط ہو تو اللہ بھی ان کم تعداد والوں کی نماز واپس نہ کرے گا۔بلکہ اچھوں میں بروں کو بھی بخش دے گا۔

وکونوا مع الصدقین۔سچوں کے ساتھ جڑ جاؤ۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم — سنا ہے کہ قیامت کے دن
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم — گناہگاروں کو نیکوں کے ساتھ بخش دیا جائے گا

(۳۵۲) مراقبے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے!

مطالعہ حق: (۱) قدرت، (۲) معیت، (۳) عدل، (۴) رویت۔

(۱) قدرت: کہ انسان مطالعہ کرے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔کہ تمام قوتیں اس سے ہیچ ہیں۔وہ سورج چاند اور بڑے بڑے اربوں ستاروں وغیرہ والے جہانوں کو آنکھ کی جھپک میں بنا اور تباہ کر سکتا ہے۔یہ ہے مراقبہ قدرت۔ان اللہ علی کل شی قدیر۔یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۲) معیت: مراقبہ معیت وھو معکم اینما کنتم۔جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔وہ یہ کہ انسان تصور کرے کہ نیکی اور بدی کرنے کے وقت اللہ ساتھ ہے۔

(۳) عدل: قائما بالقسط۔انسان یہ تصور کرے کہ کسی کے حقوق میں بے اعتدالی نہ کرونگا۔کیونکہ خدا تعالیٰ نیکی بدی کا بدلہ دے گا۔

(۴) رویت: الم یعلم بان اللہ یریٰ۔کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔اسی طرح وہ ذات اقدس قلوب کو بھی دیکھ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان مذکورہ بالا چار صفات کا مراقبہ ہو تو انسان پر نیکی کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔

(۵) مراقبہ محاسبہ: وہ یہ کہ رات کو آدمی تھوڑا سا وقت آنکھیں بند کر کے ...
کرے کہ میدان حشر قائم ہے اور حضرت آدمؑ کی تمام اولاد موجود ...
میں تپتی ہوئی زمین پر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ ایک طرف ...
کی تپش اور دوسری طرف جنت کی راحت آواز دے رہی ہے اور ...
میں عدل کا ترازو قائم ہے۔ اب جو نتیجہ نکلے گا اسے تمام لوگ دیکھیں گے
اگر نتیجہ غلط نکلا تو رسوائی ہوگی۔

(۳۵۳) تواضع اور خشوع میں فرق؟

حضرت امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تواضع اور خشوع دونوں کے معنی ...
کے ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے۔ تواضع کا مقام دل ہے لیکن جب اعضاء میں ظاہر
ہو جائے تو پھر اس کا نام خشوع ہے۔

تواضع باطن کی چیز ہے اور خشوع ظاہر کی چیز ہے۔

مثلاً استاد کی محبت دل میں ہے تو یہ تواضع ہے اور اگر استاد صاحب آ جائیں
تو ان کے ساتھ مصافحہ کرنا یہ ہے خشوع۔

خشوع کا معنی (سکون) بندشِ حرکت کا نام خشوع ہے۔

ایک دل کا خشوع کہ قلب میں خشوع ہو یعنی خشوع قلبی۔

دوم بدن میں خشوع ہو اس کو خشوع قالبی کہتے ہیں۔

فی صلوتھم خشعون۔ فرمایا کہ خشوع سے نماز حاصل ہوگی۔

نماز میں قلب بھی اور اعضاء بھی لگے ہوئے ہیں یعنی دونوں نماز میں مشغول
... تو نماز کے علاوہ جو چیزیں ہیں ان سے قلب بھی ساکن رہے اور اعضاء بھی۔

قلب کا سکون یہ کہ قلب نماز کی حالت میں دنیا کے خیالات کی طرف متوجہ
... اور اعضاء کا خشوع یہ ہے کہ بدن حرکاتِ غیر نماز سے بچے۔

(۳۵۴) سیدنا فاروق اعظمؓ کی نماز اور لشکروں کی ترتیب!

حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا: انی اجھز جیشی وانا
فی الصلوۃ۔ کہ میں نماز کی حالت میں اپنے لشکروں کو ترتیب دیتا ہوں۔ یعنی فوج کی
... بندی اور تیاری کی تدبیر سوچتا رہتا ہوں۔

س ۱: اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عمل خشوع کے خلاف نہیں؟

تو اس پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جواب دیا ہے کہ ہر آدمی کے
خشوع کی صورت مختلف ہے۔ ایک عام رعیت کا آدمی ہے۔ تو اس کے لیے خشوع یہ
ہے کہ دنیا کے کاموں میں اس کا خیال نہ جائے۔ اور ایک ہستی امیر المومنین ہیں جن
کے ذمہ حدود مملکت اسلامیہ کی حفاظت فرض تھی۔ تو ایک فرض میں دوسرے فرض کی
طرف خیال آیا تو ان کے لیے کوئی حرج نہیں۔ اور ہم نہ امیر المومنین ہیں اور نہ ہم پر
اتنے فرائض ہیں تو ہمیں خیالات سے بچنا چاہیے۔

س ۲: اب دوسرا سوال اور ہو سکتا ہے کہ آپؓ یہ تدابیر نماز کی حالت میں نہ سوچتے
بلکہ نماز سے فارغ ہو کر بعد میں سوچتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز ایک مناجات رب العلمین ہے۔ نماز میں جو تعلق

خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اتنا تعلق نماز کے بغیر نہیں ہوتا۔ تو سیدنا حضرت عمر فاروق
میں اس لیے تصور پیدا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ نماز میں عمدہ تدابیر ذہن میں ال
دیں۔

(۳۵۵) ایفائے عہد اور قدیم مسلمان!

قرآن فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود ۔ فرمایا کہ
ایمان والو اپنے عہد پورا کیا کرو۔ اور واقعی مسلمانوں نے عہد پورے بھی کئے ہیں۔
حمص کا علاقہ مسلمانوں نے فتح کیا یہ روم کی سلطنت کے ماتحت تھا۔ یہاں
مسلمانوں نے چند ماہ گزارے بھی تھے۔ اس علاقے کی ساری آبادی یہود و نصاری
کی تھی۔ حضرات صحابہ کرام قیصر روم سے بڑی جنگ لڑنا چاہتے تھے تو جنگی چال کے
تحت مسلمان یہ حمص کا علاقہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ تو ان یہود و نصاری سے مسلمان
لاکھوں اشرفیاں جزیہ کے طور پر وصول کر چکے تھے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح
عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ وصول شدہ رقم انہیں واپس کردی جا
کیونکہ ان کے جان و مال کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور جب ہم ان کا علاقہ چھوڑ
رہے ہیں تو یہ رقم انہیں واپس کرنا ہوگی۔ چنانچہ وصول شدہ پوری رقم واپس کردی گئی۔
یہود و نصاری پہلے بھی مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر تھے کہتے تھے کہ آپ لوگ یہاں
سے نہ جائیں۔ پھر جب انہیں جزیہ کی رقم واپس کی گئی تو وہ لوگ دھاڑیں مار مار کر
رونے لگے کہ آپ لوگ یہاں سے نہ جائیں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ
قیصر روم کی جنگ میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ لکھتے ہیں کہ روم کی جنگ کے دوران

یہاں کے یہودیوں نے تورات اور نصاری نے انجیل ہاتھ میں لیکر اللہ تعالیٰ سے
دعائیں مانگیں کہ یا اللہ مسلمانوں کو فتح دو تاکہ یہ لوگ یہاں رہ جائیں۔
اسلام کی تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے عہد توڑا
ہو۔ آج تو وعدے بھی توڑنے کے لیے کئے جارہے ہیں۔

(۳۵۶) لفظ ظن کا معنی!

یظنون انھم ملقوا ربھم وانھم الیہ راجعون۔
جو لوگ اللہ سے ملاقات کا یقین رکھتے ہیں اور وہ یقیناً اسی کی طرف لوٹنے
والے ہیں۔
ظن کا لفظ قرآن لایا ہے۔ یعنی کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا ظن۔ گمان
کرتے ہیں تو وہ برائی سے بچ جائیں گے۔ اس پر معترض نے اعتراض کیا کہ قرآن
یقین کا لفظ کیوں نہیں لایا؟
حضرت علامہ ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ عربی میں ظن: کو ظن اور یقین دونوں
کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس آیت میں ظن کا لفظ بمعنی یقین استعمال ہوا ہے۔
دوسرا سوال یہ کہ یہ مشترک لفظ ہے۔ قرآن یہ مشترک لفظ کیوں لایا ہے؟
یقین کا لفظ کیوں نہیں لایا؟
جواب: مطلب یہ ہے کہ قیامت کا یقین نہ ہو صرف گمان ہو تو قیامت کے
گمان سے بھی انسان سے برائی چھوٹ جائے گی۔ مثلاً ایک تاریک کمرہ ہو چار آدمی
کہیں کہ اس کمرے میں سانپ نہیں اور ایک آدمی کہے کہ اس میں سانپ ہے۔ تو ایک

آدمی کا کہنا بطور گمان ہے۔تو اس گمان کی وجہ سے لوگ اس کمرے میں نہیں جاتے۔ یہ فرمایا کہ آخرت کا یقین نہ ہو بلکہ گمان کے درجہ میں ہو تو جو عقلمند ہے وہ آخرت کی تیاری کرے گا دنیا میں وقت ضائع نہیں کرے گا۔اور یہاں تو یقین ہے کہ قیامت کا آنا برحق ہے پھر بھی انسان غافل ہے۔

(۳۵۷) علماء واجب الاحترام ہیں:

حضرت بشر حافیؒ کبار اولیاء اللہ میں سے گذرے ہیں۔حافی کے معنی ننگے پاؤں۔یہ حضرتؒ ننگے پاؤں رہتے تھے۔فرماتے تھے قرآن میں ہے وجعل لکم الارض فراشاً۔کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا ہے۔تو حضرت بشر حافی کبار فرماتے تھے کہ جب دنیا کے بادشاہ کے فرش پر جوتے سے نہیں جاتے تو اللہ بادشاہ کے فرش پر کس طرح جوتا پہن کر چلیں۔خیر بتلانا یہ ہے کہ حضرت بشر حافی کبار بہت بڑے بزرگ تھے۔تو یہ بزرگ وفات پا گئے۔کسی کے خواب میں تشریف لائے۔اس نے عرض کی حضرتؒ کیا بنا۔حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا کہ نجات تو ہو گئی مگر ہوئی اس عمل سے جس کا ہمیں وہم و گمان تک نہ تھا۔وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور میں ایک جگہ پر وضو کر رہے تھے۔میرے وضو کا پانی حضرت امام صاحب کی طرف جا رہا تھا۔میں نے ادباً وہ جگہ بدل دی کہ میرے وضو کا پانی حضرت امام صاحبؒ کی طرف نہ جائے کیونکہ میں کم درجہ رکھتا ہوں۔یہ تقویٰ تھا۔تو میں حضرت امام صاحبؒ سے دوسری طرف جا بیٹھا۔تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند آئی فرمایا کہ ہمیں تیرا یہ عمل پسند ہے تو اس کی بدولت تمہیں بخشتے ہیں۔دیکھو حضرت بشر حافی کبار اولیاء

...ے تھے مگر بخشش کے لیے صرف یہ عمل کام آیا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ تو بتلانا یہ تھا کہ علماء کرام کا ادب ہونا چاہیے۔

(۳۵۸) مقام تقویٰ!

سب سے پہلے قرآن شریف کا بیان ذکر کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت جو تیار کی گئی یہ تقویٰ کی قیمت ہے۔دیکھو ابھی تقویٰ بھی وجود میں نہ آیا اور متقی بھی پیدا نہیں ہوئے تھے مگر اس تقویٰ کی قیمت جنت کی صورت میں زمین و آسمان سے بھی پہلے تیار کی گئی۔حدیث پاک میں ہے۔موضع سوط من الجنة خیر من الدنیا وفیھا۔فرمایا کہ جنت کی ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے بہتر ہے۔

قرآن شریف میں ہے اعدت للمتقین۔فرمایا کہ جنت متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔تو جنت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن پاک ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ جنت کے محلات کی ایک اینٹ کی قیمت پوری دنیا بھی نہیں بن سکتی اور جنت کے محلات کا وجود قرآن شریف کے الفاظ پر منحصر ہے۔قرآن شریف کے الفاظ اور معانی و مطالب جتنے زیادہ یاد ہوں گے اتنے زیادہ محلات ملیں گے۔وہاں جنت میں وہ شخص حقیقت میں امیر ہوگا جس کو قرآن کا زیادہ فیض پہنچا ہوگا۔اور قرآن کا فیض اسے زیادہ پہنچتا ہے جس کے قلب میں تقویٰ کا تخم موجود ہوگا۔ذالک الکتاب لاریب فیہ۔فرمایا کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب ہے۔مگر ھدی للمتقین۔فرمایا کہ مگر ہدایت اس کتاب سے متقین کو ہوگی۔

(۳۵۹) عمر ضائع نہ کی جائے یہ بہت قیمتی ہے!

اب یقینی بات ہے کہ جب عمر قیمتی چیز ہے تو اس سے قیمتی چیز لینی چاہئے نہ کہ کم قیمت والی۔ تو جن چیزوں میں عمر صرف ہوتی ہے ان کی تین قسم ہیں۔

(۱) مفید، (۲) نقصان دہ، (۳) نہ نقصان دہ اور نہ فائدہ مند

پھر مفید کی دو صورتیں ہیں (۱) ادنیٰ درجہ کی مفید، (۲) اعلیٰ درجہ کی مفید۔

دیکھو زندگی یعنی عمر کے مثل تو کوئی چیز نہیں مگر مثال سے سمجھاتا ہوں۔

۱۔ کوہ نور: یہ اعلیٰ ترین ہیرا ہے۔ جو مغلوں کے پاس تھا اور اب ملکہ برطانیہ کے تاج میں ہے۔ یہ بہت قیمتی ہیرا ہے مگر عمر کی قیمت کے مقابلے میں یہ صفر ہے۔ اب اگر ایک شخص دکاندار کو یہ قیمتی ہیرا دیکر اس سے زہر لے کر کھالے تو اس نے قیمتی چیز کے بدلے مضر چیز خریدی۔ یعنی نقصان دینے والی چیز خریدی۔ اسی طرح گناہ زہر ہے اور عمر یہ کوہ نور ہیرا ہے۔ تو جس نے گناہ کیا تو سمجھو اس نے اپنی قیمتی عمر کو ضائع کیا۔

۲۔ دوم چیز مباحات ہیں کہ عمر ایسے کاموں میں صرف کی جو نہ نقصان دہ ہوں اور نہ فائدہ مند ہوں۔

مثلاً دو دوست آپس میں جائز گفتگو کریں۔ یا جائز طریقہ سے ورزش وغیرہ کریں۔ تو اس میں بھی عمر ضائع جاتی ہے۔

۳۔ تیسری چیز یہ ہے کہ عمر مفید کاموں میں صرف کرے۔ اس میں پھر دو قسم ہیں (۱) ادنیٰ درجہ کے کام۔ مثلاً جائز تجارت میں عمر صرف کی۔ یہ ادنیٰ فائدہ

حاصل ہوا۔ ادنیٰ اس لیے کہ عمر صرف کی اس کے مقابلے میں فائدہ بہت کم حاصل کیا۔ وہ یوں کہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ مال ہوگا اور خود انسان نہ ہوگا۔ یا بعض اوقات زندگی میں ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ مال نہیں ہوتا اور انسان ہوتا ہے۔

(۲) دوم یہ کہ عمر صرف کر کے اعلیٰ فائدہ حاصل کرے۔ وہ یہ ہے کہ انسان آخرت کے کاموں میں عمر صرف کرے۔ تو اس صورت میں ایک تو اجر زیادہ ملا دوسرا وہ لازوال ہے۔ تو اگر عمر کی قیمت کا تصور قائم رکھا جائے تو اس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

اذا هبت رياحک فاغتنمها فان لكل خافقة سكون

کیونکہ ہر چلنے والی چیز کسی نہ کسی وقت سکون پکڑ لے گی۔ یعنی اس کی حرکت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح چلنے والا سانس بھی ایک دن رک جائے گا۔ اس کی حرکت ختم ہو جائے گی۔

(۳۶۰) عقلمند کون ہے؟

آج نئی روشنی کے لوگ دین والوں کو بیوقوف کہتے ہیں۔ ہمیں ان بیوقوفوں کی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے یہ ہر زمانے میں رہا ہے۔ کفار نے کہا۔ انؤمن کما امن السفهاء۔ کہ ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟

اللہ نے جواب فرمایا: الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون ۔ کہ یہی
کفار ہی کائنات کے بیوقوف ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

عقلمند کون ہے؟ میرا اور تمہارا فیصلہ غلط ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان دیکھیں گے۔

حدیث شریف: الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت العاجز من اتبع نفسه هواها وتمنّٰی علی اللہ۔

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور آخرت کے لیے عمل کیے وہ عقلمند ہے اور جس نے نفس کی تابعداری کی اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی تمنا رکھی وہ بیوقوف ہے۔

آج چودھویں صدی کی یورپی تہذیب ہے ہی نفس پرستی اور نفس پرستی میں تقویٰ چھوٹ جاتا ہے۔

(۳۶۱) شفاعت کا مطلب!

شفاعت کے متعلق عرض ہے کہ آج ایک صحیح اور غیر صحیح عالم میں پہچان نہیں رہی کہ کون صحیح بات کر رہا ہے اور کون غلط ہے۔ وہ شفاعت ایسے طریقے سے بیان کرتے ہیں کہ خود اسلام پر اعتراض ہوتا ہے۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے اور خدا نے انہیں یہودیوں کے ہاتھوں پھانسی دلوائی ہے تاکہ وہ پوری عیسائی قوم کے گناہوں کا کفارہ بنے۔ یہ عقیدہ سب آسمانی کتابوں کے خلاف ہے۔ دین کی روح تو یہ ہے کہ عدل قائم

ہو اور ظلم مٹے۔ اور نیکی رائج ہو۔ مگر عیسائیوں کو اس عقیدہ نے یہ ترغیب دی کہ بس جو غلط عمل کرتے رہیں ان کا کفارہ ہو گیا۔ تو اس عقیدہ نے عیسائیوں کو گناہ کی ترغیب دی۔ اس لیے یہ لوگ دنیا پر ظالم بنے بیٹھے ہیں۔

ان سے پہلے جب ان پر مسلمان حاکم تھے اور صدیوں حاکم رہے مگر ایک ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ مسلمان حکمرانوں نے ان پر مظالم کیے ہوں۔ کیونکہ ان میں خدا کا خوف تھا۔ مگر جب عیسائیوں اور ہندوؤں کو حکومتیں ملیں تو قتل عام کیا مسلمانوں کا۔
جب عیسائیوں نے سات سو سال بعد اندلس کو مسلمانوں سے فتح کیا تو مسلمانوں کو نہ صرف قتل کیا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان تک مٹا ڈالے تاکہ آئندہ یہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہاں مسلمان رہتے تھے۔

عیسائیوں نے تو اپنا عقیدہ و مذہب بدل دیا مگر مسلمان مرنا قبول کرے گا اور مذہب کو دنیا کی لالچ میں نہیں بدلے گا۔ ایک بات سن لو! مشن سکولوں میں اولاد کو پڑھانے والو! اگر بچوں کا عقیدہ بدل گیا تو والدین قیامت میں جوابدہ ہونگے۔ یہ مسئلہ بتانا مجھ پر فرض تھا میں نے تمہیں بتا دیا اگر اولاد کو جہنم سے بچانا چاہتے ہو اور اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو تو انہیں دین سکھاؤ؟

(۳۶۲) شفاعت اور کفارہ میں فرق!

عیسائی کہتے ہیں کہ تمہارا شفاعت کا عقیدہ اور ہمارا کفارہ کا عقیدہ ایک برابر ہے۔ یہ ان کا کہنا غلط ہے۔ میں شفاعت اور کفارہ میں فرق بتلاتا ہوں۔

۱۔ کہ عیسائی جس ذات (یعنی حضرت عیسیٰ) کو کفارہ سمجھتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ

کو خدا مانتے ہیں لیکن کوئی مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خدا نہیں مانتا۔ بلکہ مسلمان تو نماز میں روزانہ اشهد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ پڑھتے ہیں۔ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایاک نعبدو وایاک نستعین ۔نہ پڑھتے تھے؟ مطلب یہ کہ حضرات انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

۲۔ ہم مسلمانوں کے نزدیک شفاعت کے لیے ایمان شرط ہے۔ الا من اذن لہ الرحمن وقال صوَاباً ۔فرمایا کہ صحیح بات کرے۔ یعنی مومن کے لیے شفاعت کرے کافر کے لیے نہ کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے پیارے چچا حضرت ابو طالب کے لیے دعا مانگی جو قبول نہ ہوئی۔ انک لاتھدی من اجبت ولکن اللہ یھدی من یشا ۔فرمایا کہ ہم جسے چاہیں ہدایت دیں جسے چاہیں نہ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کے لیے دعا مانگی تو وہ فوراً قبول ہوئی۔ تو شفاعت کی باگ ڈور بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حقیقت میں شفیع بھی خداوند تعالیٰ ہیں صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو درمیان میں وسیلہ بنایا گیا ہے۔

۳۔ کہ شفاعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی اجازت بھی شرط ہے۔ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ۔فرمایا کہ اس کی اجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے؟ قل للہ الشفاعۃ جمیعا۔ کہدو کہ تمام شفاعتیں اللہ کے

لیے ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ شفاعت کی باگ ڈور خدا تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ۔فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ یہ خطاب حضرات صحابہ کرامؓ کو ہے۔ مشیت کا پردہ خدا تعالیٰ اس لیے رکھتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ سے بے خوفی پیدا نہ ہو۔ دیکھو تمام حضرات انبیاءؑ ضابطہ عام کے تحت بخشے ہوئے ہیں مگر دنیاوی زندگی میں انہیں اطلاع نہیں دی گئی۔ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اطلاع دی گئی ہے۔

لیغفر اللہ لک ماتقدم من ذنبک ماتاخر ۔

حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے غلطی کی امید بھی نہیں کیونکہ معصوم ہیں مگر پھر بھی بخشش کی اطلاع دیدی گئی۔ یہی وہ وجہ ہے کہ قیامت میں تمام انبیاءؑ لوگوں کو شفاعت کے بارے میں انکار کر دیں گے۔

آخر کار لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ کی خدمت اقدس میں جائیں گے۔ یہ بھی حضرات انبیاءؑ لوگوں کو فرمادیں گے کہ تم ان کی خدمت میں جاؤ۔ تو پھر ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگی اور دعا کی التجا کرے گی۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی صرف ہیں کہ جنہیں بخشش کی نشانی دنیا میں ملی ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں سجدہ میں گرونگا تو اس وقت رب العزۃ میرے دل میں شفاعت کے کلمات ڈالیں گے جن کا مجھے اس وقت پتہ نہیں۔ تو پھر اللہ میاں فرمادیں گے کہ اپنے سر کو اٹھاؤ جو دعا مانگو گے قبول ہوگی۔

(۳۶۳) جہاد کی تیاری پہلے اور ختم خواجگان وغیرہ بعد میں!

مثلاً واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا وغیرہ یا واعدوا لھم ما استطعتم۔ تو اللہ تعالیٰ کے مختلف احکامات ہیں۔ جب تیرے اردگرد دشمن ہوں تو اے انسان تجھے ٹانگ پھیلائے لیٹے رہنا نہیں چاہیے بلکہ دفاع کی پوری تیاری کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ ٹانگیں پھیلا کر لیٹے رہو' یا سینما گھر میں وقت ضائع کرو یا مسجد میں بیٹھ کر عبادت کرتے رہو؟ نہیں۔ اس وقت فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دفاع کی مکمل تیاری کرنا تجھ پر فرض ہے۔ تو اسلام کی دو چیزیں ہوئیں کہ اجتماعی زندگی میں اتحاد ہو اور تفرقہ نہ ہو اور جنگ کے سامان میں سستی نہ ہو۔ پھر دیکھو کہ امریکہ اور برطانیہ تمہارے قدم چومتے ہیں کہ نہیں۔

امیر تیمورؒ کے سرسبز ملک بخارا پر جب روس نے حملہ کیا تو علماء کرام نے کہا کہ ختم خواجگان پڑھو یہ مجرب ہے اس سے اللہ تعالیٰ فتح دیگا۔ یہ ختم خواجگان میں رہے اور اس نے ملک بخارا فتح کرلیا۔

مصر پر جب نپولین نے حملہ کیا تو ازھر یونیورسٹی کے علماؤں نے کہا کہ ختم بخاری مجرب ہے اسے پڑھا جائے۔ یہ ختم بخاری میں مشغول رہے اور اس نے مصر فتح کرلیا۔ دشمنانِ اسلام نے پورا ملک فتح کر ڈالا۔ دیکھو سب سے پہلے جنگی تدابیر کرنی چاہیے۔ جنگی سامان کی مکمل تیاری ہو پھر ختم بخاری شریف اور ختم خواجگان ہو تو پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کرم کرتے ہیں کہ نہیں۔ ختم خواجگان اور ختم بخاری کا کون قائل نہیں میں خود ختم خواجگان پڑھتا بھی ہوں اور اجازت بھی دیتا ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں کتنے جہاد کیے ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جنگی تدابیر نہیں فرمائیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی مالی استطاعت کے مطابق آلات حرب میسر نہیں کیے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مادی تدابیر اختیار کرنے کے بعد دعاء کے لیے ہاتھ مبارک اٹھائے ہیں۔ ختم بخاری شریف اور ختم خواجگان اس وقت ہو جب مسلمانوں کی پوری ۹۰ کروڑ آبادی اپنی پوری آمدنی آلاتِ جنگ میں صرف کر ڈالے پھر دعاء کرے تو دیکھو الٰہی قوۃ آتی ہے کہ نہیں؟

(۳۶۴) قلب کی اصلاح متقین کی صحبت پر منحصر ہے!

تو متقین کی صحبت سے تقویٰ اور نیکی پیدا ہوتی ہے۔ قلب کی اصلاح ہوتی ہے۔

بگفتا من گل ناچیز بودم　　بگفتا من گل ناچیز بودم
جمال ہم نشین در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

تو متقین کی صحبت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے بزرگ جو وارد ہوئے وہ حضرت ہجویریؒ ہیں اس وقت یہاں ایک کلمہ گو نہ تھا۔ یہی حال حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا ہے۔ اسی طرح اُچ شریف والے بخاریؒ بزرگ کا حال ہے۔ تو ان متقین کی صحبت سے اسلام پھیلا۔

ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ محل پر کھڑی تھی اس نے لوگوں کا اژدہام دیکھا تو
معلوم کرایا کہ ہجوم کی کیا وجہ ہے؟ پتہ چلا کہ حضرت امام عبداللہ ابن مبارکؒ تشریف
لائے ہیں یہ ہجوم ان کے استقبال اور زیارت کو آیا ہے۔ تو زبیدہ نے کہا ھوالملک
حقاً۔ کہ دراصل خلیفہ تو یہ ہیں۔ کہ لوگ بغیر کسی لالچ کے آئے ہیں۔ بادشاہ کے لیے
لوگ اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ یہ امام حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ حنفی ہیں حضرت امام
ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور حضرت امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ تو یہ رنگ متقین اساتذہ کی
صحبت سے۔

پہلے زمانے میں لوگ بزرگان کو مہینہ میں ایک دو مرتبہ اپنے گھروں میں لاتے
آتے تھے اور پردہ میں بٹھلا کر عورتوں کو پند و نصائح سنائی جاتی تھیں مگر آج تو عورتیں
بھی مغربی تعلیم سے رنگی گئی ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب تک لڑکا
مغربی تعلیم یافتہ نہ ہو تو رشتہ کوئی نہیں لیتا۔

حالانکہ بچیوں کے لیے ضروری حساب و کتاب کے لیے پانچویں جماعت
تک تعلیم کافی ہے باقی انہیں دستکاری سکھا دو۔

(۳۶۵) انگریزی تعلیم منع نہیں اس کی تہذیب منع ہے!

فرانس اور مصر کا دورہ کرلو تو شکل و صورت سے مسلمان کا پتہ نہیں چلتا۔ اس
کلمہ ہی رہ گیا ہے۔ عیسائی اور مسلمان کی صورت میں کوئی فرق نہیں۔ وہاں شراب اور
وغیرہ ہے تو ادھر بھی ہے۔ آج ہندوستان میں اسلام محفوظ ہے اور سر محفوظ نہیں اور
پاکستان میں سر محفوظ ہے اور اسلام محفوظ نہیں۔ ایوبی دور میں (عائلی قوانین) کی

صورت میں اسلام کو قینچی سے کترا گیا۔ اس گناہ کا بدلہ یہ ملا کہ ہندوستان میں ہندو کے
ہاتھوں اور پاکستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں خدا تعالیٰ مسلمان کو قتل کرا رہا ہے۔
آج کے امروز اخبار میں (ننگی جوانیاں) مضمون چھپا ہے۔ مسلمان ممالک
میں مقابلۂ حسن منع تھا مگر اب لاہور جیسے شہر میں مقابلۂ حسن منعقد کیا جا رہا ہے پھر کس
منہ سے اللہ تعالیٰ سے امداد مانگتے ہو؟

(۳۶۶) بغاوت اور قانون شکنی میں فرق!

ایک شخص جو عقیدہ درست رکھتا ہے مگر راشی ہے۔ بدعمل ہے۔ لوگوں کو تنگ
کرتا ہے۔ اور دوسرا شخص ہے کہ عقیدہ کا فرانہ ہے مگر عمل اچھے ہیں لوگوں کو نقصان کی
بجائے فائدہ پہنچاتا ہے۔ تو ایسے شخص کو دیکھ کر لوگوں کا جی چاہتا ہے کہ ایسے اسلام سے
تو یہ کفر ہی اچھا ہے۔ دیکھو جو عقیدہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ صحیح عقیدہ ہے۔ اور اس کے
خلاف جو عقیدہ ہوگا وہ بُرا عقیدہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس عمل کے متعلق کرنے کا حکم
دیا ہے اگر اس کے خلاف عمل ہوگا تو وہ بُرا عمل کہلائے گا۔ تو اس بات کو ذہن نشین کر لیا
جائے کہ اسلامی عقیدے سے پھر جانا یہ بغاوت ہے۔ اور اسلامی عمل کے خلاف کرنا یہ
قانون شکنی ہے۔

بغاوت کا معنی یہ کہ سرے سے حکومت کو تسلیم نہ کرنا۔ اور قانون شکنی یہ کہ
حکومت کو تو تسلیم کرنا مگر قانون کی خلاف ورزی کرنا۔ قانون کی پابندی نہ کرنا۔ تو
بغاوت اور قانون شکنی میں بڑا فرق ہے۔

(۳۶۷) گانا سننا اور گانا گانا حرام ہے!

حضرت علامہ الوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں بڑی بحث کی ہے۔ آپ نے حضرت حسن بصریؒ کی رائے کو بڑی ترجیح دی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں الغنا۔ یعنی گانا بجانا یہ لھو الحدیث ہے۔

کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ و ذکرہ من السمر والاضاحیک والخرافات والغنا ونحوھا فھو لھو الحدیث۔ (روح المعانی)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد اور عبادت سے ہٹانے والی ہو مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں واہیات مشغلے اور گانا بجانا یہ سب لھو الحدیث ہیں۔

الغنا۔ ایک گانا آلات کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا بغیر آلات کے۔ گانے گانے بجانے کے ساز و سامان کے ساتھ یا بغیر ساز و سامان کے۔ اور بجانے کی اشیاء کچھ منہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ ہاتھ سے۔ لیکن ان سے پہلے غنا کی تشریح ضروری ہے۔

غنا کے لغوی معنی میں تو بلند آواز سے کچھ اشعار پڑھنے کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن شرعی غنا ترنم کو کہتے ہیں۔ ترنم کا معنی یہ کہ منہ کا لہجہ ایک خاص طرز اختیار کرے اور الفاظ میں خاص طرز یا خاص لہجہ رکھے۔ تاکہ ہر شخص سمجھے کہ یہ گویا ہے۔

اقوال حضرات آئمہ کرامؒ!

اب گانے بجانے کے لیے چاروں آئمہ کرامؒ کے قول نقل کرتا ہوں۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی مرضی اس سے ہمیں بحث نہیں۔ مگر سنانا ہمارا کام ہے۔

قاضی ابو الطیبؒ: قرطبی وغیرہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک گانا اور گانا سننا حرام ہیں۔

صاحبؒ روح المعانی لکھتے ہیں کہ گانا اور گانا سننا تمام سماوی مذاہب میں حرام ہے۔ اس فتویٰ پر صدیوں اسلامی مملکتوں میں عمل رہا۔

صاحبؒ ہدایہ و بدایہ لکھتے ہیں کہ گانا اور گانا سننا گناہ کبیرہ ہیں۔

حضرت ابوبکر طرطوشیؒ نے نقل کیا ہے کہ گانے اور گانا سننے کے متعلق حضرت امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ یہ فاسقوں کا کام ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ گانے والے اور گانا سننے والے کی شرعی عدالت میں گواہی رد ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ گانا اور گانا سننا یہ دونوں حرام ہیں اور یہ دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں۔ جس طرح پانی زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے۔

قول حضرت ابن عمرؓ!

شعر کے باب میں حضرت نافع بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ میں سفر کر رہا تھا کہ راستے میں بانسری کی آواز آئی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال دیں اور راستہ بدل کر چلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد پوچھا آواز

ہے میں نے کہا نہیں۔ تب آپؓ نے انگلیاں نکال لیں۔ مجھے فرمایا تو نے اس کی آ
کیوں سنی (یعنی تو نے کان میں انگلیاں کیوں نہیں ڈالیں)؟ حضرت نافع فرما
کہ میں اس وقت بچہ تھا۔ یعنی آپ بچے کو بھی فرما رہے ہیں کہ تو نے کیوں سنی؟

گنگنانے کی چند جائز صورتیں!

اسلام دین فطرت ہے اس میں سختی نہیں۔ اس کی چند صورتیں جواز میں
ہیں۔ مثلاً عربوں کا طریقہ تھا۔

(۱) کہ جب اونٹ تھک جاتے تو وہ ایک خاص طرز میں شعر پڑھتے تاکہ او
مست ہو کر چلیں۔ اس دستور یا طریقے کو حدی کہتے ہیں۔ یہ ترنم
ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ بعض اوقات آدمی کام کاج سے تھک جاتا ہے تو اس وقت
گا لے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ ایسی صورت میں کچھ گنگنانے کو جی بھی
ہے۔ تو شمس الائمہ حضرت علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ شرط یہ ہے کہ اس کی
آواز عورت کے کان میں نہ پڑے۔ تاکہ فتنہ نہ پیدا ہو۔ جس طرح حضرا
صحابہ کرامؓ خندق کھودتے وقت تھکاوٹ کی وجہ سے اشعار پڑھتے تھے۔

(۳) تیسری صورت لانامة الصبیان۔ کہ بچوں کو سلانے کے لیے ماں لوری
دے تو یہ جائز ہے۔

یہ حضرت علامہ الوسی کا قول ہے۔

(۴) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نابالغ بچیاں اور بالغ مرد عید کے دن یا خوشی

کے موقعہ پر کچھ اشعار پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ اس مجلس میں عورتیں نہ ہوں۔
وہ بھی اشعار پڑھنے کی اجازت ہے گانا گانے کی اجازت نہیں۔ کچھ صوفی
حضرات نے اس روایت سے دلیل پکڑی ہے قوالی وغیرہ کی مگر یہ استدلال
غلط ہے۔

عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها قالت ان ابابکر دخل علیها
عندها جاریتان فی ایام منیٰ تدففان وتضربان وفی روایة تغنیان بما
تقاولت الانصار یوم بعاث والنبی صلی الله علیه واله وسلم متغش
بثوبه فانتهرهما ابوبکر فکشف النبی صلی الله علیه واله وسلم عن
وجهه فقال دعهما یا ابابکر فانها ایام عید و فی روایة یا ابابکر ان لکل
قوم عیدا و هذا عیدنا۔

چشتیہ حضرات نے اس روایت سے دلیل پکڑی ہے حضرت علامہ الوسیؒ لکھتے
ہیں کہ یہ استدلال غلط ہے۔ فرماتے ہیں کہ آگے یہ عبارت ہے
ولیستا بمغنیتین۔ کہ یہ بچیاں گانے والی نہ تھیں۔ بس عید کے موقعہ پر حضرت عائشہؓ
کے گھر اکٹھی ہو گئیں اور جنگ کے اشعار پڑھنے بیٹھ گئیں۔

تو اگر چھوٹی بچیاں عید یا کسی خوشی کے دن کوئی اشعار پڑھ لیں تو یہ درست
ہے۔ لیکن اس روایت سے عام گانوں کی دلیل پکڑنا درست نہیں۔

(۳۶۸) انسان کو دوام نہیں!

الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلکه ینابیع ثم یخرج به

ذرعاً مختلفاً الوانه ثم یهیج فتراه مصفراً ثم یجعله حطاماً ان فی ذالک لذکری لاولی الالباب ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے نہروں کی شکل میں پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے مختلف رنگ کی پھر وہ پک کر زرد رنگ کی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ریزہ ریزہ کی جاتی ہے یہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو ان نشانات کو سمجھ لے وہ عقل مند ہے۔

یہاں پانی سے مراد باپ کا نطفہ ہے اور زمین ماں کا رحم ہے اور فصل اولاد ہیں نساء کم حرث لکم۔ قرآن نے اس جگہ وضاحت سے کھیتی کے نام سے عورتوں کو پکارا ہے۔ تو جس طرح فصل کو دوام نہیں اسی طرح انسان کو بھی دوام نہیں اس لیے بڑھتے بڑھتے جوان پھر آہستہ آہستہ زرد ہونا ہے پھر موت واقع ہو کر ریزہ ریزہ ہونا ہے۔

تقریر دلپذیر میں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ گندم کی فصل کو روند کر بھوسہ اور گندم کو جدا جدا کیا جاتا ہے۔ اناج انسان کے پیٹ میں اور بھوسہ حیوان کے پیٹ میں جاتا ہے۔ ایک آسمان کے پانی سے اور ایک ہی تخم سے اور ایک ہی زمین سے اُگی ہوئی ہیں مگر ٹھکانہ الگ الگ۔ تو حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ قیامت میں پوری انسانی آبادی زندہ کر کے روندی جائے گی۔ مطلب یہ کہ الگ الگ کیا جائے گا۔ اخیار اور اشرار (یعنی نیک اور بد) یہ آج تو دنیا میں اکٹھے رہتے ہیں مگر وہاں آخرت میں علیحدہ علیحدہ کئے جائیں گے۔ ان یوم الفصل کان میقاتا ۔ کہ انسان کو مقرر وقت میں علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے گا۔ تو کفار یا فساق یہ بھوسے کی طرح جہنم میں اور اخیار

یعنی مومن نیکوکار جنت کے پیٹ میں جائیں گے۔

(۳۶۹) دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ!

سکندر کی تاریخ کو دیکھو کہ بہت بڑا فاتح تھا یورپ، افریقہ، سکندریہ، مصر، ایران و ہندوستان آیا۔ دارا کو شکست دی فوج چونکہ تھک گئی کیونکہ یونان سے دریائے بیاس تک پہنچا تو یہاں سے سندھ کے راستے سے بصرہ اور پھر وہاں سے واپس جانا چاہتا تھا تو عراق میں جوانی کے وقت وفات پائی تو یونانیوں کو زوال آیا۔ یونان پوری دنیا میں پھیل گیا مگر زوال کے بعد آج صرف معمولی سے حصے پر حکمرانی ہے۔ کیا ہندوستان پر تین سو برس مغلوں کی حکومت نہ رہی تھی؟ مگر وہ کہاں گئے؟ یہ تو آنکھوں کے سامنے ہے۔ روم کا چرچا تھا تمام یورپ ان کے قبضے میں تھا لیکن انہیں زوال آیا۔ ہٹلر کا ساتھی مسولینی اس کے پاس ستر لاکھ فوج تھی۔ اقبال سے مسولینی کی ملاقات اٹلی میں ہوئی اس نے اقبالؒ کو اپنی فوج کا معائنہ کرایا۔ تو اقبالؒ سے پوچھتا ہے کہ میری فوجی قوت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس سوال کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا مگر اس نے بار بار اصرار کیا تو پھر میں نے انہیں کہا کہ میری بات آپ کو ناگوار گذرے گی۔ فرمایا کہ سامان خواہ کتنا ہو آپ کی فوج میں جنگی روح نہیں۔ تو دیکھا پھر ویسا ہی ہوا۔

(۳۷۰) یورپ کا نقال مسلمان اور روزہ کا مذاق!

آج یورپ کے نقال مسلمان روزہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

یورپ نے روزہ کی تحقیق پر ایک بورڈ قائم کیا تو اس بورڈ کی رپورٹ ۱۱ جون
۱۹۵۳ء روزنامہ ''انجام'' کراچی میں چھپی۔

(۱) ڈاکٹر مائیکل کہتا ہے کہ روزے سے خیالات اور جذبات کی اصلاح اور برائیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

(۲) فرائیڈ کہتا ہے کہ روزہ روحانی امراض کا علاج ہے یہ روحوں کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔

(۳) ڈاکٹر لیفڈ مذر کہتا ہے کہ روزہ سے ظاہری و باطنی گندگیاں دور ہوتی ہیں۔

(۴) جوزف کہتا ہے کہ تزکیہ نفس کے لیے روزہ سے بہترین کوئی چیز نہیں اور ساتھ لکھتا ہے کہ مسیحی دوستوں کو کہوں گا کہ اس بات میں مسلمانوں کی تقلید کریں۔

(۳۷۱) عیسائیوں کا خدا اور قرآن!

کانا یا کلان الطعام۔ کہ عیسیٰ و مریم دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کہ میاں جن کو تم خدا بنا رہے ہو وہ کھانا کھاتے تھے۔ لفظ تو دو لئے قرآن نے مگر دلیل بہت پائے کی ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا کیسے بن سکتا ہے؟ مذہب و قانون تو اصلاح بشری کے لیے ہوتے ہیں مگر عیسائیوں کے کفارہ والے عقیدہ نے (کہ عیسیٰ کا صلیب پر چڑھ جانا پوری عیسائیت کا کفارہ ہو گیا) اس لیے تو عیسائی نڈر ہو کر پوری دنیا میں بدمعاشیاں کر رہے ہیں۔ جب خوف آخرت ہی نہیں تو وہ اچھے کام کس طرح کرے گا۔

(۳۷۲) خدا تعالیٰ کا عدل قائم ہوگا!

اب عقلی پہلو بیان ہوگا کہ نظام عالم کو دیکھ کر ہر انسان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کے عظیم کارخانہ کو بنانے والی کوئی ذات ہے اور ساتھ یہ یقین بھی ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کے خالق کا علم و حکمت بہت وسیع ہے۔ اس موضوع کی تفصیل کے لیے تو کئی مہینے درکار ہیں۔ مختصر بیان کرونگا۔

موجودہ سائنس کے مطابق انسان کے دماغ میں ۱۲۔ ارب خلیات ہیں یعنی خانے ہیں ہمیں صرف چند خانوں کی حکمت معلوم ہوئی ہے کہ یہ خانے فلاں فلاں کاموں کے لیے ہیں اور خانوں کی کثیر تعداد ایسی ہے کہ ان کی حکمت و فوائد کا علم روئے زمین کے سائنس دانوں کو معلوم نہیں ہو سکا۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ اگر ایک خانہ خراب ہو جائے تو دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور پھر خدا تعالیٰ عادل بھی ہے۔ یہ تینوں مسئلے انسانی حیات میں ضروری ہیں۔ دیوانوں کو چھوڑ کر ہر مذہب والے خدا کو خالق کائنات مانتے ہیں۔ دیکھیں دنیا کی انسانی حکومت میں اگر عدل وانصاف نہ ہو تو اسے کتنا برا بھلا کہا جاتا ہے لیکن وہ خدا جو قائماً بالقسط۔ جو انصاف کے ساتھ (دنیا کو چلا رہا ہے) اور ولا یظلم مثقال ذرۃ۔ کہ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اب دنیا میں تو ہر جگہ خرابی اور بے انصافی ہے اور اب آخرت کو بھی قطع نظر کر دیا جائے کہ وہاں بھی عدل وانصاف نہ ہوگا۔ تو پھر تو اللہ کا عدل قائم نہ ہوا۔ وللہ خزائن السمٰوٰت والارض۔ اور اللہ کے لیے ہیں زمین و آسمان کے سب خزانے۔ تو دنیا میں بھی عدل وانصاف نہ ملے اور آخرت میں بھی نہ ہو تو خدا عادل کا

عدل پھر کہاں ہوگا؟ کیا اللہ نے ہر ظالم کو چھٹی دے رکھی ہے؟

اقبالؒ نے کہا ہے۔

چنانچہ زی کہ اگر مرگ است مرگ دوام　　خداز خود کردہ خود شرمسار گر..

کہ اگر اسی طرح (لاقانونیت) کی زندگی بسر کرنی ہو تو پھر خدا اپنے کیے ہوئے پر خود شرمسار ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب تجارت کیا کرتے تھے ان کی خدمت میں ملکِ شام سے ایک تجارتی قافلہ آیا آپ نے اس قافلے سے پوچھا فلاں شخص زندہ ہے (یہ شخص ظالم تھا) انہوں نے کہا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا اسے کوئی تکلیف بھی ہوئی تھی؟ انہوں کہا نہیں۔ تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے (قیامت میں) بدلہ چکایا جائے گا۔ کیونکہ اتنا بڑا ظالم ہو اور پھر خدا اس سے انصاف نہ کرے؟ بس یہاں کھیتی کاشت کرلی ہے اور آخرت میں کاٹنی ہے۔ تو تمام نیکیاں و بدیاں محفوظ ہیں۔ ان کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ تمہیں بڑا دھوکے باز یعنی شیطان اللہ کے بارے میں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ شیطان دھوکہ دے رہا ہے کہ عدل نہیں ہوگا گناہ کیے جاؤ۔ نہیں۔ خدا کا عدل ہوگا اس کی بخشش کے بارے میں تمہیں کوئی دھوکہ دے کہ وہ غفور و رحیم ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کی بخشش بھی باقاعدہ ہے بے قاعدہ نہیں۔

(۳۷۳) یورپ زدہ مسلمان کا سوال!

لاہور میں ایک مرتبہ حج کے موضوع پر تقریر کررہا تھا تو ایک یورپ زدہ

مسلمان نے پرچی بھیجی کہ یورپ والے لکھتے ہیں کہ حج کے دوران مسلمان کچھ دیوانے ہو جاتے ہیں کہ رمی جمار کرتے ہیں یعنی شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ اس لکھنے والے انگریز سے پوچھیں کہ اگر برطانوی جھنڈے پر کوئی تھوک دے تو اس کی کیا سزا ہے؟ یقینی بات ہے کہ بغاوت کی سزا ہوگی اور اسے یہ بھی پتہ ہے کہ تھوکنے سے جھنڈے کا کچھ نہیں بگڑا۔ تو وہ جواب دے گا کہ جھنڈے پر تھوکنا جذبہ محبت کے خلاف ہے۔ تو سنو کہ حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے تمام ارکان کی ادائیت تو ہوگی مگر جذبہ محبت کا اظہار بھی تو ضروری ہے۔ اس فعل سے ایک طرف تو خدا تعالیٰ سے محبت کے جذبے کا اظہار ہے اور دوسری طرف خدا کے منکر شیطان سے نفرت کا اظہار ہے۔ کہ یا اللہ ہم اسے کنکریاں مار کر تجھ سے محبت اور شیطان سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔

(۳۷۴) حضرت فاروق اعظمؓ کی بصیرت اور نہر سویز!

یہاں سمندر میں تجارتی سفر میں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ یعنی جب مصر وغیرہ فتح ہو گئے تو سمندری راستے دور دراز سے چکر کاٹ کر جدہ آنا پڑتا تھا تو حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ (موجودہ نہر سویز) والی جگہ کو کھود کر سمندری سفر آسان کر دیا جائے حضرت فاروق اعظمؓ تو بصیرت والی ہستی تھے فرمایا یہ راستہ نہ کھولو کیونکہ رومی عیسائی مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں انہیں تم پر حملہ کرنے کی راہ مل جائے گی۔ تو یہ تجویز مسترد ہو گئی۔

مسلمان ایک تو بیوقوف ہے دوسرا اپنے اکابرین کے فرمان پر نہیں چلتا
انگریزی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ انگریز تو مسلمان کا دشمن ہے ہی تو فرانس نے دباؤ ڈال
مصر سے نہر کھدوا کر سمندروں کو ملا دیا جس کو نہر سویز کہتے ہیں اس سے تجارت
لائی مگر اسی نہر سویز کے راستے سے امریکہ و یورپ اسرائیل کے ذریعے مسلمانوں
مظالم کر رہے ہیں۔

(۳۷۵) انگریز کی اسلام دشمنی!

انگریزوں نے اسلام دشمنی میں بے مثال کام کیے ہیں۔ مثلاً علی محمد نامی شخص
کو کھڑا کر دیا کہ تم نبوت کا دعویٰ کر دو یہ بہائی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس
اسلام میں نمازیں نہیں ہیں۔ ماں کے علاوہ سب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ تمام
جانور حلال ہیں۔ مکہ کا حج نہیں۔ بس جہاں علی محمد دفن ہے وہاں حج کر لیا کرو۔ (کراچی)
میں بہت سے سیٹھ اسی فرقہ سے ہیں۔ ماشاء اللہ ہمارے ملک میں تو ایسے فرقوں کی
پشت پناہی کی جاتی ہے۔ نہایت افسوس ہے یہ ملک اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا۔
غریب آدمی (یعنی مولوی) اس دین اسلام کو سنبھالیں امیر تو اس طرف آتا نہیں۔
غریب بیچارے کہاں تک اسلام کی حفاظت کریں گے۔

اسلامی تعلیم یافتہ ایک ادیبہ عورت جس کا نام قرۃ العین تھا وہ محمد صالح کی
کی بیٹی تھی اس نے اس بہائی مذہب کی بڑی اشاعت کی تو شیعوں نے غیرت کھائی
اس مذہب کے ماننے والے ۱۲ ہزار افراد کو جلا دیا اور قرۃ العین کو ایران میں قتل کیا
عبدالبہاء کو بغداد کی جانب نکال دیا گیا وہ وہاں جا کر مر گیا تو یوں ایران میں

بالکل ختم ہو گیا۔ مگر ہم پاکستان میں ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ انگریز یہ چاہتا ہے کہ
مسلمان عیسائی بنیں یا نہ بنیں مگر اسلام سے ان کا یقین ختم ہو جائے تو بس ہمارا کام
ہو گیا۔ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔

(۳۷۶) سر سید کو تفسیر نہیں لکھنی چاہیے تھی!

تو حضرت موسیٰ ۶ لاکھ ۲۷ ہزار اپنی قوم کے افراد کے ساتھ بحر قلزم سے
نجات پا گئے۔ لاٹھی جو سمندر پر ماری تو راستے بن گئے۔ آج کہا جا رہا ہے کہ راستے بن
جانے کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ میاں عقل تو خدا کو بھی تسلیم نہیں کرتی۔ قرآن کہہ رہا ہے
خدا واحد لاشریک ہے مگر عقل والے عیسائی کہتے ہیں التوحید فی التثلیث والتثلیث فی
التوحید۔ راستوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے کالطود العظیم۔ کہ ہر ٹکڑا پہاڑ کی
طرح کھڑا ہو گیا۔

سر سید احمد خاں نے علی گڑھ یونیورسٹی قائم کی اس کے اچھے کام بھی بہت ہیں
مگر اسے قرآن کی تفسیر نہیں لکھنی چاہیے تھی اس نے جو قرآن اور اسلام پر جو اعتراض
کیے ہیں ان سے اُسے بچنا چاہیے تھا پھر وہ بہت عمدہ شخص تھا۔ اس نے اسلام پر
اعتراض کر کے بڑا غلط کام کیا ہے۔ میاں اپنی حقیقت کو نہ بھولو۔ دیکھو مولوی جدید تعلیم
کا کبھی منکر نہیں ہوا۔ خود یونانی فلسفہ آج ہماری مذہبی درسگاہوں میں پڑھایا جا رہا
ہے۔ اس واقعے پر سر سید احمد خان نے اپنی لکھی ہوئی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ
کے واقعے کے وقت سمندر مد و جزر میں تھا۔ مد یعنی پانی کا اوپر آنا اور جزر یعنی پانی کا
اتر جانا۔ تو لکھتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ سمندر سے گذرنے لگے تو سمندر جذر کی

حالت میں تھا اور جب فرعون گذرنے لگا تو سمندر مد کی حالت میں آ گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے یعنی سرسید نے تو جغرافیہ سے بھی غلط
پھر دیدہ دانستہ انگریز کو خوش کرنے کے لیے غلط بات تحریر کردی۔

یکم چاند سے چودہ چاند تک سمندر مد کی صورت میں رہتا ہے یعنی پانی
ہے اوپر کو آ جاتا ہے۔ اور جب چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے یعنی تاریک راتوں میں
سمٹنا شروع ہو جاتا ہے یعنی جذر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اب دیکھیں کہ یہ
عاشورا کے دن دس محرم کو واقع ہوا ہے تو ان دنوں میں سمندر مد کی صورت میں
ہے۔ قرآن واذ فرقنا بکم البحر۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تمہاری
خاطر سمندر کو فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۔ ٹکڑے کردیا۔ چنانچہ
پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی طرح بن گیا۔

تو اس آیت کو سرسید کی من گھڑت تفسیر کی وجہ سے کس طرح حل کریں گے؟

وماقدروا اللہ حق قدرہ۔ کہ ان لوگوں نے خدا کی قدر ویسے نہیں کی جس
طرح اس کا حق ہے۔ او ظالمو! انسان تو چاند پر اتر گیا اور خدا اتنا بھی نہیں کہ سمندر کے
پانی کو کھڑا کر سکے؟ اور راستے بنا دے۔

(۳۷۷) صحیح عالم بہادر اور جرأت مند ہوتا ہے!

یہود قوم نے فرعونیوں کے ساتھ چار سو سال تک غلامانہ زندگی بسر کی اور
ساری عمر غلامانہ زندگی بسر کرنے والوں میں غیرت و جرأت کہاں پیدا ہو سکتی ہے؟

تو فرعون اپنے ۷ لاکھ کے لشکر کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے نمودار ہوا تو
موسیٰ سے قوم نے کہا قال اصحاب موسی انا لمدرکون۔
کہ ہم تو قابو میں آ گئے کہ ۷ لاکھ فوج آ گئی۔ حضرت موسیٰ کو تو علم دین
حاصل تھا اس لیے ان پر غلامانہ رنگ نہ تھا۔ بزدل و بے ہمت نہ تھے۔ فرمایا قال کلا
ان معی ربی سیھدین۔

فرمایا ہرگز ایسا نہ ہوگا میرے ساتھ میرا خدا ہے عنقریب وہ راستہ نکالے گا۔

دیکھو جو صحیح عالم ہو اس سے بہادر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ۱۸۵۷ء کا انقلاب
اس لیے کامیاب ہوا کہ مغل سلطنت کے نمک خوار امراء سب نے غداری کی اس وقت
کے علماء کرام نے غداری نہیں کی انہوں نے انگریزی اقتدار کی مخالفت کی اور اسے غلط
قرار دیا۔ پورے متحدہ ہندوستان میں ایک مولوی بھی آپ کو نہیں ملے گا تاریخ اٹھا کے
دیکھ لو کہ جس نے اس اقتدار کو درست کہا ہو۔ جب علماء نے اس انقلاب سے انکار
کر دیا تو ملک کے کونے کونے سے علماء گرفتار کیے گئے۔ دہلی کے خونی دروازے کے
قریب کئی ایک پھانسیاں لٹکائی گئیں اور انگریز سامنے بیوی بچوں سمیت کرسیوں پر
بیٹھ گئے جب علماء کرام پھانسی پر تڑپتے تھے تو یہ لوگ تالیاں بجاتے اور قہقہے لگاتے تو
مختلف شہروں میں سات ہزار علماء کرام کو پھانسی دی گئی۔ علماء کرام نے پھانسی پر لٹک کر
قربانی دی مگر انگریز کی بات نہ مانی۔ تو میرا کہنا یہ تھا کہ صحیح عالم بہادر ہوتا ہے۔ تو
حضرت موسیٰ کو پیغمبری ملی اور پیغمبری تو خود علم پر مبنی ہے۔ تو آپ فرعون کے لشکر کو دیکھ کر
ذرا بھی نہ گھبرائے۔ حضرت موسیٰ کے پاس صرف ایک لاٹھی تھی اور فرعون کے پاس

ایک لاکھ گھوڑے اور ۷ لاکھ فوج ساز و سامان سے لیس تھی یہ ساری فوج اس قدر تباہ ہوئی کہ سوا فرعون کے کسی کی لاش تک نہ ملی۔

(۳۷۸) حضرت صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا انکار کفر ہے!

صدیق اکبرؓ نے کہا کہ اگر یہ لوگ صرف اپنے قدموں پر نظر ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ لو نظروا الی اقدامھم۔

فرمایا: ماظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ کیا گمان (ظن) ہے ان دو کے متعلق کہ تیسرا خدا ہو۔

وہاں تو حضرت موسیٰ چھ لاکھ سے زائد افراد کے ساتھ ہجرت کر رہے ہیں مگر یہاں تو غار ثور میں صرف صدیق اکبرؓ اکیلے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ جب کہا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے اپنے ساتھی کو کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

دیکھو صدیق اکبرؓ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے اگر انکار کریں گے تو کفر ہے۔ حضرت موسیٰ کی قوم لمدرکون۔ کہ قابو میں آگئے (یعنی ڈر گئے) یہ کیوں کہا کہ اگر قدموں پر دیکھیں تو ہمیں پالیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے معاملہ کو صاف کر دیا کہ صدیق اکبرؓ کے دشمن غلط نہ سمجھیں اور انؓ کی شان پر حرف نہ آئے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا غم تھا۔ خوف نہ تھا بلکہ غم تھا۔ خوف اس مصیبت سے ہوتا ہے جس کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور غم مصیبت کے آجانے پر ہوتا ہے۔

لاتحزن کہا کہ غم نہ کرو۔ لا تخف نہیں فرمایا کہ مت ڈرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ صاف کر دیا یہ تھی اللہ کو صدیق اکبرؓ پر نظر کہ کہیں صدیق کے دشمن اس پر خوف کی ملامت نہ لگا دیں۔ ان اللہ معنا۔

(۳۷۹) ملی نقصان پر خدا تعالیٰ کا عذاب!

حقوق اللہ اور حقوق العباد یہ دو شاخیں ہیں جہاں آیات کو جھٹلانے نیز رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے قوموں پر عذاب نازل ہوئے ہیں۔ آپ قرآن اٹھا کر دیکھ لیں کہ پہلی امتوں پر جو عذاب آئے ہیں وہ حقوق العباد میں سرکشی کے بدلے میں بھی آئے ہیں۔ فرعون وغیرہ کے کل اعمال ایسے تھے کہ گویا اور کوئی انسان انسان ہی نہیں۔ فرعون وغیرہ قبطی تھے اور حضرت موسیٰ اسرائیلی تھے۔ انہیں سبطی بھی کہتے تھے کیونکہ آپ حضرت یعقوبؑ کے پوتے تھے اور پوتے کو سبطی کہتے ہیں۔

۱۔ تو اگر کوئی قبطی کسی سبطی سے زیادتی کرتا تو قبطیوں کے خلاف کوئی قانون نہ تھا کہ جس کے تحت ان سے بدلے کی کاروائی کی جاسکتی۔ ان فرعون علا فی الارض۔

۲۔ دوسرا جرم یہ تھا کہ فرعون اپنی مملکت کے ان لوگوں کو جو باہر سے آئے ہوئے تھے یعنی بنی اسرائیل ان کو کمزور کرتا تھا (یعنی انہیں آپس میں متحد ہو کر نہیں رہنے دیتا تھا)

وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم۔

۳۔ تیسرا جرم یہ تھا کہ وہ ان بنی اسرائیلیوں کے لڑکوں کو قتل کرا دیتا اور لڑکیوں کو

زندہ چھوڑتا۔

یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم۔

فرعون کے یہ تین مظالم ہو گئے۔ یہ تینوں انسانی حقوق میں بہت بڑے مظالم ہیں۔

۴۔ اور ان کی عورتوں کو جو زندہ چھوڑتے تھے وہ اس لیے کہ جب وہ بڑی ہو جاتیں تو ان سے اپنے گھروں کے کام بلاعوض کرواتے تھے۔ تو عورتوں کو صرف اپنے اس مقصد (خدمت) کے لیے زندہ چھوڑتے تھے۔

۵۔ انه کان من المفسدین۔ کہ وہ زمین میں فساد کرتا تھا۔

یہ پانچویں ہوئی کہ زمین میں فساد کرتا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرعون کے خدائی دعویٰ کو یہاں ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح قوم مدین کا معاملہ ہے کہ چونکہ وہ ناپ تول میں فرق کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس ناپ تول کے فرق کرنے کو تو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ انسانوں کے حقوق کو تلف کرنا ہے۔ فرمایا کہ قوم مدین انسانوں کے حقوق ناپ تول میں دھوکہ بازی کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ قوم مدین پیغمبر حضرت شعیبؑ کے منکر تھے۔ کیونکہ حقوق اللہ کا فیصلہ تو پھر آخرت میں ہوگا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اللہ نے یہ معاملہ کیوں کیا؟ یعنی (حقوق العباد) کو صرف مدنظر کیوں رکھا؟ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اُن جرائم پر عذاب دیتا ہے جس سے ملی نقصان ہو۔ جن سے ملت تباہ۔ ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ماترک علی ظھرھا من دابة۔ اگر ہر جرم کی سزا زمین پر کردوں تو ایک انسان بھی زندہ نہ رہ سکے۔ تو اگر خدا کے حقوق سے

سرکشی کی جائے تو خدائی نظام میں کوئی نقصان نہیں ہو سکتا ہاں بندوں کے حقوق ایسے ہیں کہ جن کے سلب کرنے سے دنیوی نظام خراب ہو جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی جزاء و سزا تو آخرت میں ہوگی۔

(۳۸۰) اللہ تعالیٰ کے دو ایٹمی ہتھیار!

عصاء موسیٰ اور مکڑی کا جالا یہ اللہ تعالیٰ کے دو ہتھیار ہیں۔

حضرت موسیٰ کو اللہ نے ایک لاٹھی دیکر فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو موسیٰ فوکزہ موسیٰ فقضی علیه۔ کہ یا رب میں تو ایک ظالم قبطی کو مار کر وہاں سے بھاگا ہوا ہوں میں وہاں جاؤں؟ موسیٰ ایک قبطی کو مار کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور (۱۰) دس سال مدین میں رہے۔ تو موسیٰ بھی ذکر اللہ تعالیٰ سے کر رہے ہیں۔ تو اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بس تم فرعون کے پاس جاؤ ہم اس کے دل میں تیرا رعب ڈالیں گے۔ تو جب موسیٰ فرعون کی دربار میں گئے تو اس نے بھی کہا کہ تم وہی نہیں جس نے ہمارے ایک قبطی کو مارا تھا؟ اس پر حضرت موسیٰ نے ڈٹ کر فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ یہ ہے پیغمبرؑ کی قوت۔ بس صرف ایک لاٹھی نے سب کام کیے اور وہ کام کیے جو ایٹم بم بھی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ فرعون کے مقابلے میں ایک لاٹھی استعمال کروائی مگر جب غار ثور میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معاملہ تھا تو وہاں اللہ تعالیٰ نے قریش کی فولادی قوت کو ایک مکڑی کے جالے سے توڑا۔ وہ اس طرح کہ جب قریش غار پر پہنچے تو کہنے لگے کہ اگر اس غار میں ہوتے تو مکڑی کا جالا تو نہ ہوتا۔ دیکھو خدا کی مکڑی کا جالا فولادی قلعہ سے بھی بڑھ گیا۔

(۳۸۱) مقامِ شہید!

یرموک کی لڑائی کو ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں شام کی حکومت نے کسی معاملہ کے لیے کھدائی کی تو حضرات صحابہ کرامؓ کی قبریں ملیں ہیں جسم محفوظ ہیں کفن محفوظ ہیں اور چہرہ کی رونق بھی موجود ہے یہ ہے صحابہ کرامؓ کا مقام۔

اسی طرح زنگ زئی ہمارے علاقہ کے قریب انگریزوں نے سڑک کی کھدائی کی تو ایک جگہ آکر مشین رک جائے اور جو بھی وہاں آئے مر جائے تو دیکھا گیا تو وہاں دو شہیدوں کی قبریں تھیں تو انگریزوں نے سڑک کا راستہ بدل دیا۔ یہ ہے حق پر چلنے والوں کی شہادت۔

جب انگریزوں نے نئی دہلی تعمیر کی تو ایک جگہ کھدائی کے دوران مشین خراب ہو جاتی تھی اور جب کدال کے ذریعے کھدائی کی گئی تو کدال کے لوہے کو خون لگا ہوا تھا دیکھا تو ایک شہید کی قبر نکلی اس میں ایک تانبے کی تختی پر لکھا ہوا تھا۔ در معرکہ احمد شاہ ابدالی یا شہاب الدین غوریؒ شہید شدند۔

(۳۸۲) ذکر اللہ سے دل مطمئن ہوتا ہے!

بڑے بڑے ارب پتی بیان دیتے ہیں کہ دولت تو بہت ہے مگر قلب میں چین نہیں۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ذکر اللہ سے دل مطمئن ہوتا ہے۔

یہ چیز (اطمینان قلب تو ذکر خدا سے ہے۔ ایک عالم بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کو آئے حضرت جیلانیؒ ملازموں کے ذریعے کپڑے کی

تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مولانا حضرت جیلانیؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؒ کے ایک ملازم نے آکر اطلاع دی کہ کپڑے کا جہاز طوفان میں غرق ہو گیا ہے تو آپؒ نے فرمایا الحمد للہ۔ پھر کچھ دیر بعد اطلاع ملی کہ طوفان تو آیا تھا مگر مال بچ گیا ہے تو آپؒ نے فرمایا الحمد للہ۔ تو وہ عالم بولے کہ پیر صاحب عرض یہ ہے کہ جس مال کے غرق ہونے کی آپ کو اطلاع ملی کیا وہ مال حلال کا تھا یا حرام کا؟ اگر حلال کا تھا تو حلال مال کے نقصان ہو جانے پر آپ نے الحمد للہ کیوں پڑھی اور اگر مال حرام کا تھا تو اس کے بچ جانے پر آپ نے الحمد للہ کیوں پڑھی اس صورت میں حرام پر شکر ہوتا ہے اور پہلی صورت میں نعمت کے چھن جانا تھا اس پر شکر کا کیا مطلب؟ حضرت بغدادیؒ نے فرمایا مولانا! آپ نہیں سمجھے میں نے الحمد للہ مال پر نہیں کہا بلکہ میں نے دل کو دیکھا کہ اس پر نقصان کا اثر نہیں ہوا تو اس لیے میں نے الحمد للہ پڑھا اور جب مال کے بچنے کی خبر آئی تو دل خوش نہیں ہوا تو الحمد للہ پڑھا کہ مال آئے یا جائے دونوں صورتوں میں قلب کی ایک حالت رہتی ہے۔ تو پھر مولانا نے کہا حضرت اب میں سمجھا ہوں۔

(۳۸۳) سب سے اعلیٰ مقام کی چیز دیدار الٰہی ہے!

سب سے اعلیٰ مقام کی چیز رویت خدا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خواب میں، (۲) بیداری میں

یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ خدا تعالیٰ خواب میں جس مومن کو دیدار کرا دیں۔ وہ برحق ہے۔

ایک بزرگ قاری عبدالرحمنؒ گذرے ہیں انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ قرآن کا رکوع تو سناؤ! تو قاری صاحبؒ نے رکوع سنایا۔ جب اس آیت کو پڑھا وھو القاھر فوق عبادہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تو میں تیرے سامنے ہوں تو اب تم اس طرح پڑھو

وانت القاھر فوق عبادک۔

تو قاریؒ صاحب نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ کس نیکی سے تیرا قرب اور تیری خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے؟ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا قرآن۔ چاہے نماز میں تلاوت کرے۔ یا غیر نماز میں تلاوت کرے۔ اگر معنی جانتا ہو تو بہتر ہے۔ یہ تین سوال وجواب ہوئے۔

حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان دو اماموں نے اپنی پوری زندگی میں خدا تعالیٰ کی زیارت خوابوں میں سو سو دفع کی ہے۔

(۳۸۴) آخرت میں دیدار الٰہی کے صرف شیعہ قائل نہیں!

آخرت کی زندگی میں نہ مرض نہ کمزوری اور نہ موت ہوگی۔ تو آخرت کی زندگی قوی ہے۔

محل دیدار چونکہ جنت ہے اور جنت میں جانے کے لیے ایمان ضروری ہے تو حسب مراتب دیدار الٰہی ہوا کرے گا کسی کو روزانہ کسی کو دن میں صبح وشام کسی کو سال وغیرہ وبعد۔

آخرت میں دیدار الٰہی کے صرف شیعہ قائل نہیں باقی تمام مسلمان قائل

ہیں۔ شیعہ اس آیت سے استدلال پکڑتے ہیں جو غلط ہے۔

لن نومن لک حتی نری اللہ جھرہ فاخذتکم الصعقة وانتم تنظرون۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا ہم جب اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تو بجلی کی کڑک نے تمہیں دبوچ لیا۔

تو دیدار نہ ہونے والا استدلال شیعوں کا غلط ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ دیدار کے سوال پر انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ یہ تو وہ دنیا میں دیدار کرنا چاہتے تھے تو سزا ملی باقی آخرت کے دیدار کے لیے تو منع نہیں کیا۔

انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدر۔ عنقریب تم اپنے رب کو چودھویں کے چاند کی مثل دیکھو گے۔

دیدار کے وقت پہلے ایک خوشبو پھیل جائے گی جنت کی کل نعمتیں اس خوشبو سے کم ہونگی۔ پھر اللہ تعالیٰ دیدار کرانے کے بعد لوگوں کو صبر دیدیگا تا کہ اداس نہ ہوں کیونکہ ہر وقت تو دیدار نہ ہوگا۔

تو مقام کلام کے بعد حضرت موسیٰ نے دیدار چاہا تو رب تعالیٰ نے فرمایا لن ترانی تم نہیں دیکھ سکتے۔

فان استقر مکانه فسوف ترانی۔ اگر پہاڑ بچ گیا تو تم بھی دیکھ سکو گے۔

فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا۔ تو پہاڑ کے ریزے ریزے ہو گئے اور خود موسیٰ بے ہوش ہو گئے

تو پہاڑ کے ریزہ ریزہ ہو گئے اور خود موسیٰ بھی بے ہوش ہو گئے۔ تو یہ دنیاوی زندگی کے لیے ہے اس لحاظ سے آیت سے شیعوں کا استدلال لینا غلط ہے۔

حضرت امام شافعیؒ سے سوال ہوا کہ آخرت میں دیدار الٰہی ہوگا؟ فرمایا ہاں۔

كلا عن ربهم يومئذ لمحجوبون۔ کہ کافر دیدار سے محروم ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو ہوگا۔

قیامت میں خود خدا نے فرمایا ہے جملہ خبریہ ہے وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة۔ کچھ چہرے اس روز تروتازہ اور بارونق ہوں گے کہ خدا کی طرف نظر کرنے والے ہوں گے۔

تیسری آیت جو شیعہ پیش کرتے ہیں

لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار۔ یعنی انسانی نگاہیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور اللہ دیکھ سکتا ہے۔

قرآن نے ادراک کا لفظ استعمال کیا ہے رویت کا لفظ استعمال نہیں کیا ادراک اور رویت کا ایک معنی نہیں۔

فلما تراء الجمعن قال اصحب موسى انا لمدركون۔

تو ادراک کے اصل معنی گھیرنے کے ہیں اور رویت کے معنی دیکھنے کے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو کسی کی نظر نہیں گھیر سکتی اور اللہ تمام کو گھیر سکتا ہے۔ گو ادراک کلی احاطہ

کہتے ہیں کہ ایک ایک جز کا پورا پورا علم حاصل ہو جائے اور رویت باہر سے دیکھ لینے کا نام ہے۔

قیامت میں جنتی اور دوزخیوں کو تعداد کی کیا نسبت ہوگی؟

حضرت آدمؑ کو حکم ہوگا جنتیوں اور دوزخیوں کو علیحدہ کر دو۔ جنتیوں کے چہرے منور ہوں گے اور دوزخیوں کے سیاہ ہوں گے۔ ایک فیصد جنتی ہوں گے اور ۹۹ فیصد دوزخی ہوں گے۔

وقليل من عبادى الشكور۔ اللہ کے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔

دنیا میں بھی دیکھا جائے تو اچھی چیز تھوڑی ہوتی ہے۔

اگر لا تدركه الابصار کا معنی دیکھنا بھی لیا جائے تو معنی درست بنتا ہے۔ وہ یوں کہ سب نگاہیں نہ دیکھ سکیں گی یعنی ۹۹ فیصد کفار نہ دیکھ سکیں گے اور ایک فیصد مسلمان اللہ کا دیدار کر سکیں گے۔

شیعوں نے عقلی ڈھکوسلا پیش کیا کہ دیدار کے لیے جسم کا ہونا اور مکان معین ہونا شرط ہے تو اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے پاک ہے۔ یہ عقل کے لحاظ سے غلط ہے۔ جسے دیکھا جائے اس کے لیے مکان و جسم کی شرط ہے اسی طرح دیکھنے والے کے لیے بھی یہ شرطیں ضروری ہیں۔ تو چلو تم خدا کو نہ دیکھ سکو گے کیا خدا تمہیں دیکھتا ہے؟ تو کہیں گے ہاں۔ تو جب خدا دیکھتا ہے تو پھر وہ بھی جسم اور مکان رکھتا ہو! حالانکہ خدا تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہے۔

(۳۸۵) بندہ کی قانون سازی شرک کے زمرے میں آتی ہے!

گزشتہ درس میں یہاں تک ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا جو قانون کسی بھی سلطنت میں رائج ہے خواہ وہ قانون ایک شخص کا ہو یا پارلیمنٹ کا ہو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اور نہ انہیں (یعنی بندوں کو) یہ اختیار دیا گیا ہے کہ بندوں پر قانون چلائیں۔ قانون بنانا اللہ کا حق ہے اور چلانے کی قدرت یہ بھی اللہ سے مختص ہے۔ تو قانون بنانے اور چلانے میں جو بھی غلط کام کرے گا۔ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ وہ مشرک کے زمرے میں آجائے گا۔

(۳۸۶) دشمنانِ اسلام کا اقرار اور مسلمانوں کا انکار!

(۱) اب وضاحت کے لیے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ یورپ کے مورخ نے ایک کتاب لکھی ہے اس کا عربی اور اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ دنیا نے جو کچھ ترقی کی ہے وہ سب کی سب محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے قانون کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور وہ ایسے ہے جس طرح عقلمند کی بات کے سامنے بیوقوف کی بات کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ (یعنی عقلمند کی بات کے سامنے بیوقوف کی بات پیش کی جائے)۔

(۲) سیل: یہ ایک انگریز ہے جس نے قرآن کا ترجمہ لکھا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ قرآن کے سامنے کسی قانون کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) سرولیم نے لکھا ہے کہ اسلامی قانون ہی دانشمندی پر مرتب کیا گیا ہے اس کی نظیر ہی نہیں۔ یہ دشمنانِ اسلام لکھ رہے ہیں مگر اسلامی قانون کو اگر کوئی نہیں مانتا تو یہ بدبخت گندہ مسلمان ہی نہیں مانتا۔ کہ اے قرآن اگر ملک (مشرق

پاکستان) بھی چلا جائے تو چلا جائے پھر بھی تیرا قانون نہیں مانیں گے۔ ایوب صاحب نے تو یہ کیا کہ نہ صرف غیر اسلامی قانون چلایا بلکہ دین اسلام کو بھی بگاڑا۔ یہ عائلی قوانین نافذ کر کے دین کو بگاڑا گیا ہے۔

(۳۸۷) انسانی فطرت میں پانچ اہم چیزیں!

(۱) وارثت، (۲) جان، (۳) عصمت،
(۴) حفاظتِ مال، (۵) حفاظتِ آبرو۔

یہ پانچ مسئلے ایسے ہیں کہ انسان انہیں بہت اہم سمجھتا ہے۔ تو ہر انسان کا یہ تقاضا ہے کہ میری جان و عصمت بھی محفوظ ہو اور مرنے کے بعد وراثت کا مال صحیح حقداروں میں تقسیم ہو۔

(۱) یورپ کا قانونِ میراث!

یورپ کا قانون ہے کہ میت کے ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں موجود ہیں تو میراث صرف اکبرالاولاد یعنی سب سے بڑی عمر والے کو ملے گی چاہے لڑکی ہی کیوں نہ ہو سب کی سب جائیداد اسی کی ہوگی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام کی تمام جائیداد جو بڑے کو دی گئی ہے اس کی وجہ تو بتلا دی جائے؟ کیا یہ صرف بڑی لڑکی یا لڑکا اس سے پیدا ہوا ہے یا اور بھی پیدا ہوا ہے۔ کیا اور کوئی اس سے پیدا نہیں ہوا؟ تو کوئی معقول وجہ نہ ملی۔ آج یورپ کو عقلمند کہا جاتا ہے تو ان کی دانشمندی کے باوجود یہ قانون (ناقص) نکلا۔

(۲) ہندوؤں کا قانونِ میراث!

ہندوؤں کی پانچ ہزار سال کی تاریخ ہے ان کا بانی منو ہے اس نے کہا
میراث صرف لڑکوں کو ملے گی والدین اور لڑکیوں کو نہیں ملے گی۔ تو ان کے ہاں
معقول وجہ نہیں۔ دیکھو بعض وارث محروم ہو سکتے ہیں مگر والدین محروم نہیں ہو سکتے۔
پوتا وارث ہے موجود ہے اگر میت کا بیٹا موجود ہو تو پوتا محروم ہو جاتا ہے وغیرہ۔ وہ
معقول ہے کہ بیٹے میت سے پیدا ہیں۔

(۳) اسلام کا قانونِ میراث!

مگر ہمارے قرآن نے فرمایا کہ والدین لڑکے اور لڑکیاں سب وارث
ہیں۔

دیکھو یورپ نے جو وراثت کا قانون دیا اس نے سرمایہ داری کو عروج دیا
مگر اسلام تو وراثت کو چلاتا ہے اور سرمایہ داری کو ختم کرتا ہے۔ اگر اسلام کا صرف
قانونِ وراثت ہی صحیح معنوں میں رائج کر دیا جائے تو اشتراکی نظام کی آواز ختم
ہو جائے گی۔ ماں باپ کا یہ حق ہے کہ میت ان سے پیدا ہوئی ہے۔ باقی وللذکر
مثل حظ الانثیین۔ کہ لڑکے کے دو حصے ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ لڑکی نے دوسرے کی
بیوی بننا ہے اس کا خرچ خاوند پر پڑے گا (خاوند کے ذمہ ہوگا) اسی لیے لڑکی کو آدھا
حصہ دیا گیا اور لڑکا خوراک کما لائے گا تو اسی لیے اسے دوگنا دیا گیا۔ ولابویہ لکل
واحد منہما السدس حتو الیوین میں جسے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ اگر
صرف ماں باپ ہوں تو ایک تہائی ماں اور دو تہائی باپ کو جو اس کی ماں کا شوہر ہے۔

یہ ہے کہ اس کی والدہ کے اخراجات اس کے خاوند جو اس کا یعنی میت کا والد ہے
اس کے ذمہ ہے۔

ایوبی قانون (عائلی قوانین)!

ایوب (یعنی صدر پاکستان ایوب خان) کا قانون یہ ہے کہ نصف بیٹے اور
نصف پوتے کو دیدو۔ بظاہر تو یہ قانون خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر خرابی دیکھو کہ آدمی
مر گیا اس کی ایک بیٹی اور ایک پوتی ہے تو پوتی کو دو حصے ملیں گے اور جو اس میت کی اپنی
بیٹی ہے اسے ایک حصہ ملے گا۔

یہ ہے ایوبی قانون۔ (یعنی پاکستان کے عائلی قوانین) یہ للذکر مثل
حظ الانثیین۔ مرد کے لیے عورت کا دگنا حصہ ہے۔ کا الٹ ہو گیا۔ پوتے کے متعلق
کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا حصہ لیتا ہے۔

یہ قانون الٹی کھوپڑی والوں سے بنوایا ہے۔ یہ معقول بات نہیں۔

حضرت افغانیؒ اور وکیل کا مقالمہ!

حضرت افغانیؒ: لاہور ایک وکیل نے عائلی قوانین کی جب تشریح کی تو میں نے اسے کہا
کہ پوتے کو تو اس کے باپ کا حصہ دلوایا گیا کہنے لگا ہاں۔ پھر میں نے کہا
کہ باپ کو حصہ کہاں سے ملا کہنے لگا دادا سے۔ میں نے کہا دادا زندہ تھا یا مرا
ہوا۔

وکیل: نے کہا کہ دادا زندہ تھا

حضرت افغانیؒ: تو میں نے کہا کہ تم وکیل ہو اور اپنے آپ کو دانشمند کہلواتے ہو تمہیں یہ

بھی پتہ نہیں کہ زندہ کی وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی۔ دیکھو دادا زندہ اور باپ مر گیا اب پوتا رہ گیا تو باپ مردہ اب اس صورت میں پوتا کس طرح حق لے گا۔ تو معاملہ صرف پوتے اور دادے کا رہ گیا۔ اگر میت کا ایک بیٹا اور پوتا موجود ہے تو پوتا دادے کی وراثت سے محروم ہے۔ اگر میت کے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو حصہ دیا جائے تو پھر باپ کی موجودگی میں دادا کو بھی حصہ دیا جائے۔

وکیل: پھر وکیل نے کہا کہ پوتا تو یتیم رہ گیا۔

حضرت افغانی: میں نے کہا کہ تمہاری حکومت نے کبھی یتیم کو ایک کوڑی بھی دی ہے کیا صرف قرآن کے قانون کو بگاڑنا چاہتے ہو۔ یتیم کے بڑے خیر خواہ بھی دیکھو۔ یہ ملحدوں کا ایک ٹولہ ہے جو یورپ کے اشارے پر دین کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کی ہر ایک پر نظر ہے۔ دیکھو اسلام نے قانون میراث تو اپنی جگہ رکھا۔ اس کے ساتھ قانون وصیت رکھا۔ اسلام کا قانون ہے۔ لا وصیة لوارث۔ کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ اب بیٹا وارث ہے اس کے لیے وصیت کی اجازت نہیں مگر پوتا جو وارث نہیں تو اس کے لیے دادا وصیت کرسکتا ہے۔ دیکھیں قرآن کا قانون کتنا واضح اور صاف ستھرا ہے۔

(۲) جان کی حفاظت!

جان کی حفاظت کے سلسلے میں یورپ کا قانون ہے کہ اگر ایسے آلے سے قتل

کرے، جس سے قتل نہ کیا جاتا ہو تو اس صورت میں قاتل کو پھانسی نہیں۔ ہمارے ملک میں بھی یہی قانون ہے۔ کیا کسی خاں کو پھانسی دی گئی ہے؟ نہیں۔ جس ملک میں غدار کو سزا نہ دی جائے اس ملک سے بھاگنا (چھوڑ دینا) چاہیے۔

یورپ کا دوسرا قانون ہے کہ اگر قاتل متعدد ہو تو پھر سزائے موت نہیں۔

قرآن کہتا ہے ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب۔ کہ قصاص (یعنی قتل کے بدلے قتل) تمہاری زندگی ہے)

متعدد قاتلوں کو سزائے موت نہ دینا غلط ہے!

میں نے ایک قانون دان کے ساتھ گفتگو کے دوران کہا کہ یہ قانون غلط ہے یہ شریعت کے خلاف ہے کہ اگر قاتل متعدد ہوں تو سزائے موت نہیں۔

میں نے کہا اس قسم کا مقدمہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ صنعا یمن میں ایک شخص کو متعدد اشخاص نے قتل کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری قاضی تھے آپؓ نے سب کو سزائے موت کا حکم دیا۔ مگر چونکہ نیا مسئلہ تھا تو فیصلہ سنانے سے پہلے حضرت فاروق اعظمؓ سے مشورہ لیا۔ تو امیر المومنینؓ نے جواب بھیجا۔ لو ان اهل صنعاء اتفقوا علی قتل رجل لقتلتهم۔ اگر صنعاء کی پوری آبادی ایک شخص کو قتل کردے تو میں پوری آبادی کو قتل کردوں گا (یعنی سزائے موت دوں گا)۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ چند ساتھی ملکر ایک شخص کو قتل کرتے ہیں تو اگر یورپ کے اس قانون کو نافذ کر دیا جائے تو پھر قتل عام شروع ہو جائے گا کہ چند آدمی ملکر قتل کرنا شروع کر دیں گے کہ اس صورت میں سزا سے بچ جائیں گے۔ اسلام میں

کہ کسی کا خون رائیگاں نہیں جانا چاہیے قاتل ایک ہو یا متعدد۔

یورپی قانون میں دیت نہیں!

یورپ کے قانون میں دیت ہے؟ نہیں۔ اس میں تو قید ہے۔ اس صورت میں بھی مقتول کا خون ضائع گیا۔ کہ قتل کسی کا کرے اور کام حکومت کا کرے (جیل میں) واہ! کیا انصاف ہے۔ مگر ہمارے اسلام نے خون بہا رکھا۔ کہ جس زمانے میں قتل کیا ہے اس زمانے کے عمدہ ایک سو اونٹوں کی جو قیمت ہو وہ مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے۔ تو اگر کم سے کم پانچ سو روپے بھی ایک اونٹ کی قیمت ہو تو پچاس ہزار روپے بنتے ہیں اگر یہ رقم مقتول کے ورثاء کو دے دی جائے تو فطری طور پر جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔ مگر یہاں تو باپ اس کا گیا (یعنی قتل ہوا) اور جیل میں (قاتل) حکومت کا کام کرے۔ یہ قانون ہے؟

حضرت فاروق اعظمؓ کا فیصلہ!

ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ کے ہاں چالان آیا وہ یہ کہ ایک نابینا کو بینا مرد لے جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ غفلت سے کنوئیں میں گر گئے۔ بینا نیچے اور نابینا اوپر گرا۔ بینا مر گیا اور نابینا زندہ رہا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تم (نابینا کو) دیت ادا کرو۔ بہر حال حکم کے مطابق سو اونٹ کی دیت ادا کر دی۔ مگر وہ نابینا ہر سال حج کے موقع پر امیر المومنین کے خلاف تقریر کیا کرتے تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کی تقریر پر ایک آدمی نے بھی کان نہ دھرا۔ وجہ یہ تھی کہ قانون کی عزت وعظمت تھی۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ یہ فیصلہ کیسا فرمایا ہے؟

امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ چونکہ اس نابینے نے جان بوجھ کر نہیں مارا تو اس لیے قصاص نہیں لیا گیا۔ مگر بینا اگر لے گیا تو نابینا کی اجازت سے لے گیا اور دوسرا کنوئیں میں گرے تو دونوں گرے۔

(۳۸۸) دیت کی رقم!

تو اسلام نے دیت کے لیے دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار مقرر کیے اور اگر اونٹ ہوں تو ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت مقرر کی۔ اگر مقتول کے ورثاء کو یہ دیت دیدی جائے تو کیا ان کا خون ٹھنڈا نہ ہوگا؟ یقیناً ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور ورثاء میں سے ایک وارث بھی خون بہا پر راضی ہو جائے تو پھر سزائے موت نہیں دی جائے گی بلکہ دیت کے قانون پر عمل ہوگا۔

(۳۸۹) جھوٹی گواہی کی سزا!

عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ مسلمان اکثر جھوٹی گواہی دیتا ہے اس لیے قانون میں لچک رکھ دی گئی ہے کہ غلط قسم سے سزا نہ دی جائے۔

انگریز کے دور میں آزاد علاقہ میں ایک شخص نے سو قتل کیے اس کا ناخن بھی نہ کٹا اور انگریز کے بعد صرف ایک قتل ہوا جس میں شریک نہ تھا مگر پھانسی کی سزا ملی۔ تو یاد رکھو جب سے دنیا آباد ہے سچ اور جھوٹ دونوں چلتے آرہے ہیں۔ اگر جھوٹ ترک ہو جائے تو عدالتوں کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ لیکن تمہارے قانون میں جو نقص ہے

یاایھا الذین امنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء۔

اے ایمان والوکوئی قوم کسی قوم کامذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ جن کامذاق اڑایا گیا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں ایسا کریں۔

قرآن نے یہ قانون دیکر عزت وآبرو کی حفاظت کردی کہ عورت عورت کی اور مرد مرد کامذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ تجھ سے بہتر ہو۔ ولا تنابز وا بالالقاب کہ بُرے القابوں سے نہ پکارو۔ اس میں مالدار اور غریب دونوں شریک ہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سُن لو۔ تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں۔ یعنی ایسی عزت ہونی چاہیے جیسے مکہ شریف کی ہے اس مہینہ اور اس دن کی عزت ہے۔ تو جب آدمی کسی کو گالی گلوچ نہ دے کسی کو بُرا بھلا نہ کہے تو کیا یہ دنیا جنت نہ ہوگی۔ اگر عزت میں مساوات کی جائے تو معاشرہ درست ہوجاتا ہے۔

ولقد کرمنا بنی ادم۔ اور یقیناً ہم نے اولاد آدمؑ کو عزت دی۔ شرافت ہر انسان کو حاصل ہے اگر تم نے کسی غریب کو گالی دی تو غربت کی وجہ سے تو وہ چُپ رہے گا مگر اس کا دل جوش مار رہا ہوگا۔

دیکھو عدالت میں اگر زنا کا مقدمہ ہو اور چار گواہوں سے ثبوت نہ ہو پھر اگر کوئی شخص عورت یا مرد کو زنا کی تہمت لگائے یعنی جھوٹی تہمت لگائے تو ایسی صورت میں تہمت لگانے والے کو اسلام نے ۸۰ کوڑوں کی سزا دی ہے اور مزید قیامت تک اس کہ جس نے جھوٹ کو ملک میں بڑھایا ہے اور مجرموں کی شرارت کو میراث بنادیا ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ تمہارے جھوٹی گواہی کی سزا نہیں۔

اسلام میں یہ ہے کہ دو آدمیوں نے جھوٹی گواہی دی تو اس سے ایک آدمی کو قصاص ہوا۔ یعنی پھانسی ملی بعد میں پتہ چلا کہ گواہی غلط تھی۔ تو اسلام نے کہا کہ انہیں اس کے عوض قتل تو نہیں کیا جائے گا مگر دونوں سے علیحدہ علیحدہ دیت لی جائے گی۔ اور منہ کالا کر کے آبادی میں دکھایا جائے گا تا کہ ملامت ہو۔ اگر چھان بین کی جائے تو غلط (جھوٹی) گواہی کا علم بھی ہوسکتا ہے۔ بس صرف کوشش کرنی چاہیے راستہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے۔

تو اگر جھوٹی گواہی کا یہ قانون رائج کیا جائے تو کون جھوٹی گواہی دے گا۔ پھر معاملہ صرف دیت تک بند نہیں سزا بھی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ۳۹ کوڑوں کی حد تک سزا ہے اور باقی آئمہ کے نزدیک دس کوڑوں کی سزا ہے۔ تو اسلام نے ایسے قانون دیئے جن سے جان کی حفاظت ہوگی۔ اگر ایک سو آدمی ایک کو قتل کریں یعنی ایک قتل میں شریک ہوں تو سب سے قصاص یا دیت لی جائے گی۔

(۳) قانون اسلام عزت وآبرو!

تو اب حفاظتِ آبرو پر بحث ہوگی۔ اسلام کے اندر صدر پاکستان اور چپڑاسی عزت وآبرو کے معاملہ میں برابر ہیں۔ مگر یورپ کے قانون میں صرف امراء کی آبرو پر سزا ہے۔

کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفسقون۔

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے وہی بدکار ہیں۔

آج کل مسلمانوں کی زبان پر زنا کا الزام کتنا زیادہ ہے اسمیں کوئی تو غلط ہوگا۔

اس کے بعد توہین آمیز گالی۔ اگر اس کا تعلق پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین سے ہو تو اس کی سزا قتل ہے جس طرح ارتداد کی صورت میں قتل ہے۔

قادیانی ملعون نے افغانستان میں تبلیغی خط بھیجا تو انہوں نے جواب نہ دیا پھر اس نے برطانیہ کے سفارت خانے کے تعلق سے جواب طلب کیا تو امیر عبدالرحمٰن خان نے جواب میں صرف اتنا لکھا (اینجابیا) کہ اس جگہ آؤ پھر تمہیں پتہ لگے گا۔ مرزا نہ گیا۔ اگر چلا جاتا تو اسے قتل کر دیتے۔ یہ باتیں (نبوت کے دعوے) پنجاب میں ہو سکتی ہیں۔ عبداللہ ابن سبا یہودی نے شیعہ مذہب اختیار کیا اگر اسے اس وقت قتل کر دیا جاتا تو اب تک جو پچاس کروڑ انسان قتل ہوئے ہیں یہ نہ ہوتے۔ نصیر طوسی یہ ہلاکو کا وزیر تھا ابن علقمی کی خلیفہ بغداد کا وزیر تھا نصیر طوسی اور ابن علقمی یہ دونوں شیعہ تھے ان دونوں نے ہلاکو جیسے خونخوار کو بغداد پر چڑھائی کی دعوت دی۔ چنانچہ یورش بغداد کا

واقعہ پیش آیا۔ ہلاکو کے حملے میں ایک کروڑ تمیں لاکھ انسان مسلمان ہلاک ہوئے قتل ہوئے۔

تو اسلام میں اللہ تعالیٰ کی توہین اور حضرات انبیاءؑ کی توہین کرنے کی سزا قتل ہے۔

اور ہمارے قانون میں اگر جج صاحب کے خلاف کوئی بات کرے تو کہتے ہیں کہ اسے پکڑ لو کہ اس نے توہین عدالت کی ہے۔ لیکن اگر قرآن، خدا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہو تو کوئی سزا نہیں۔ یہ کتنی بری بات ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ دین کے عالم اور علم دین کے ساتھ ہنسی مذاق اڑانا کفر ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی سے اگر علم دین کی وجہ سے دشمنی ہو تو یہ بھی کفر ہے۔ اور اگر ذاتی وجہ سے دشمنی ہو تو پھر کفر نہیں۔

اسی طرح امہات المومنین کی توہین پر بھی سزائے موت ہے۔

مستشرقین یورپ کے اعتراض کا جواب!

مشرقین یورپ نے ازواج مطہرات اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کئے ہیں۔ مفتی محمودؒ نے ان کے جوابات مانگے ہیں کتاب بھی نہیں دی۔ یہ صرف حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ مواد نہ ہونے کے باوجود جوابات لکھے پھر خیال آیا کہ کفار کی کتابوں سے کچھ لکھوں تو میرے نوٹس نکل آئے جن میں یورپین کے حوالے تھے۔

تو یورپین لکھتے ہیں کہ وہ لوگ بیوقوف ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا ازواج مطہرات کو بُرا بھلا کہیں۔

تو اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق رائی برابر بھی فرق آجائے تو یہ کفر ہے۔ اور اسی طرح اگر ازواج مطہرات کی توہین کی جائے تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔

قدوری اور کنز الدقائق میں ان توہینی چھوٹے چھوٹے الفاظ کی سزائیں پوری تفصیل سے مقرر ہیں۔

(۳۹۰) قتل کی اخروی سزا!

بعض اوقات نہیں بلکہ اکثر اوقات قتل اس لیے کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے وکیل کو مقدمہ سونپ دیں گے تو سزا سے بچ جاؤں گا۔ یعنی دنیوی سزا سے بچ جاؤں گا۔ یا پھر بھاگ کر غیر ملک چلا جاؤنگا۔

تو ضرورت ہوئی کہ اخروی سزا ہوتا کہ قتل کا دروازہ بند ہو۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا جھنم۔ کہ جو مومن کو عمداً قتل کرے تو وہ تین سزاؤں کے لیے تیار ہو جائے۔

(۱) فجزاؤہ جھنم۔ کہ اس کی سزا جہنم ہے۔ دنیا کی جیل نہ ہوگی کہ بس آرام سے کھاؤ پیو نہیں وہ تو جہنم کی آگ ہوگی جو اپنی سختی میں لاثانی ہے۔ تمہاری دنیا کی آگ کی چنگاری سے جہنم کی چنگاری گرمی اور بدبو میں سو گنا زیادہ ہے۔ دنیا کی آگ تو مظہر فضل ہے۔ یعنی رحمت و فضل ہے۔ کیونکہ اس سے فائدے حاصل ہوتے

ہیں مگر جہنم کی آگ تو خدا تعالیٰ کے قہر و جبر کا مظہر ہے۔ کہ روشنی کی بجائے اندھیری ہوگی۔ تطلع علی الافئدۃ۔ زہریلی ایسی کہ اگر ناخن پر لگائی جائے تو دل کے پار ہو جائے افسوس کہ پاکستان میں دینی تعلیمات کو اہمیت نہ دی گئی۔ اگر بنگالی طالب علم کو اسلام کی تعلیم دی جاتی تو آج کل کے حالات پیدا ہوتے؟

مومناً متعمدا۔ اگر جان بوجھ کر مارا تو سزا جہنم ہے۔ ایک ہے غلطی سے مارا۔ مثلاً کسی جانور کا شکار کر رہا تھا مگر آدمی مر گیا تو ایسی صورت میں دیت ہوگی قصاص نہیں ہوگا۔ مگر ہم نے تو جرائم کی اسلامی سزاؤں کو قانون میں کوئی جگہ نہ دی تو ایک سزا تو جہنم کی صورت میں ہوگی اور دوسری یہ کہ خالداً فیھا۔ کہ ہمیشہ اس (جہنم) میں رہے گا۔ خلود کا لفظ عربی میں ترجمہ میں یہ ہے کہ لمبے زمانے کو کہتے ہیں جو بے انتہاء ہو یا اربوں سال گذرنے پر ختم ہو جائے لیکن کہتے ہیں کہ اگر ساتھ ابداً کا لفظ آجائے تو پھر ہمیشہ رہے گا۔ یعنی انتہائی معنی ہوگا۔ کفر کی سزا پر ابداً کا لفظ آیا ہے کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی قتل کی سزا سے مراد ابداً لی ہے۔ یعنی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

یہ آئمہ مجتہدین کی رائے ہے کہ قاتل عمد۔ یعنی جان بوجھ کر قتل کرنے والا جہنم میں پڑا رہے گا۔ مدت کا بھی پتہ نہیں کیونکہ خلود سے کافی مدت مراد ہے۔ اس کا پتہ نہیں کہ کتنی مدت مراد ہے۔ چونکہ اسکے دل میں کلمہ توحید ہے تو بالآخر اس کو نکالا جائے گا۔ ما دامت السمٰوٰت والارض۔ کہ جب تک آسمان و زمین ہیں تو اتنے تک دوزخی دوزخ میں رہیں گے۔ تو آخرت کی سما وہ ہے جو بلند ہو اور وہ عرش معلے

ہے اور جو حشر کا میدان ہوگا اس سے مراد آخرت کے زمین و آسمان ہیں۔

دوسری اور تیسری سزا!

وغضب اللہ علیہ ولعنہ۔ دوسری سزا اللہ کا غضب (۳) اور تیسری سزا اللہ کی لعنت ہے۔ واعدلہ عذاباً عظیما۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ وہ اتنا دردناک عذاب ہے کہ عذاب کو بھی اپنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آجکل جو بنگالی (مشرقی پاکستان میں) قتل کر رہے ہیں ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔

(۳۹۱) صبر کا اجر بے حساب ملے گا!

یاایھا الذین امنوا اصبروا و صابروا ورابطو۔ اس آیت میں چند چیزوں کا ذکر ہے مگر صبر کا لفظ پہلے لایا گیا۔ یہ حکمت سے خالی نہیں۔

اے ایمان والو صبر کرو! صبر کا لفظ پہلے لایا گیا اس کی کیا حکمت ہوگی؟

تو دیکھو صبر کے بغیر جو بھی نیکی ہے اس کا اجر حساب سے ہوگا مگر صبر کا اجر بے حساب ہوگا۔ اس کی حکمت بھی بتلائی ہے۔

جب خدا کے برابر غنی (دولتمند) کوئی نہیں اور اس کے برابر سخی بھی کوئی نہیں۔ تو جب ایسی ہستی بے حساب دے گی تو نہ معلوم کیا کچھ ہوگا۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صابروں کو بے حساب ان کا اجر ملے گا۔ تو اس کی حکمت کیا ہوگی؟ وجہ یہ ہے کہ چونکہ صبر کا دائرہ وسیع ہے کہ قدم قدم پر کام آتا ہے۔ باقی نیکیاں محدود ہیں تو اس لیے اس کا (صبر کا) صلہ بھی بغیر حساب رکھا۔

صبر کا مفہوم یہ ہے کہ ناگوار حالات پر نفس کو جمانا۔ تو مادرات و منہیات یہ دین کا خلاصہ ہیں۔ تو ان کے کرنے میں صبر کام آتا ہے کہ قدم قدم پر صبر ہے۔ تو دین و دنیا کے کاموں میں صبر کی ضرورت ہے۔ اس لیے اجر بے حساب ہے۔

(۳۹۲) حضرت افغانیؒ اور شیعہ مجتہد!

میں لاہور سے گاڑی میں سفر کر رہا تھا تو ایک شیعہ مجتہد بیٹھا تھا بات چلی کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے لڑکی چھین لی ہو (نعوذ باللہ) یہ ان کے خیالات ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت علیؓ نے لڑائی لڑی کہنے لگا نہیں میں نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی یہ تو حیدر کرار یعنی شیر خدا پر الزام لگایا ہے۔ اور کہا کہ جب حضرت عمر فاروقؓ فوت ہوئے تو کیا حضرت علیؓ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو واپس لے آئے تھے؟ کہا کہ نہیں۔ تو پھر میں نے کہا کہ کیوں نہ لائے؟ اور اگر حضرت علیؓ کا خلافت کا حق تھا تو آپؓ نے اپنے حق کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ بلکہ حضرت عمرؓ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے۔ بس بیچارہ خاموش ہو گیا۔ یہ اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں باقی ان حضرات کو تو آپس میں محبت تھی۔ ایران کی جنگ بہت سخت معرکہ تھا تو حضرت عمرؓ نے خواہش ظاہر کی کہ میں خود کمان کروں۔ تو سب نے کہا کہ درست ہے مگر حضرت علیؓ نے فرمایا کن قطباً واستدر حولھا۔ کہ آپؓ چکی کے درمیان والے میخ کی طرح قائم رہیں اور فوج کو ارد گرد چلائیں۔ یعنی آپؓ مدینہ طیبہ میں رہیں تو فرمایا کہ جنگ میں اگر آپؓ کو کچھ ہو گیا تو مسلمانوں کے قلب مغموم ہو جائیں گے اور ملتِ اسلامیہ کا نقصان ہوگا۔ کیا یہ آپس میں دشمنی والی باتیں ہیں۔ اگر آپس میں دشمن ہوتے تو حضرت علیؓ جنگ پر

جانے سے نہ روکتے۔

حضرت علیؓ نے ساری عمر باوجود خلافت کے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھائی۔

تیری خاک میں اگر ہے شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر   کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

(۳۹۳) آیت میں خمر کا لفظ پہلے کیوں لایا گیا؟

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ۔

شراب، جوا، بتوں کے نام کا چڑھاوا اور جوئے کے بت پلید اور شیطانی کام ہیں بس ان سے بچ کر رہو۔

سب سے پہلے خمر کا لفظ لایا معلوم ہوا کہ شراب سب سے بُری چیز ہے۔ من عمل الشیطان۔ کیوں کہا کہ شراب شیطان کے عمل سے ہے۔ تو انسان کو بہکانے کے لیے شیطان مقرر ہے۔ تو خمر انگور کے پانی کو کہتے ہیں۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ میاں انگور تو کھاتے ہو ذرا اس کا پانی تو نکالو۔ تو لوگوں نے پانی نکالنا شروع کیا۔ اس کے بعد پھر انسان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اسے آگ پر تو رکھو: پھر وسوسہ ڈالا کہ اسے گاڑھا تو کرو۔ جب انسان نے گاڑھا کر کے پیا تو شیطان ناچ اٹھا کہ میں نے آدمؑ کا بدلہ لے لیا۔ یہ خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

(۳۹۴) صوبہ سرحد میں شراب کی بندش اور کوثر نیازی وغیرہ!

میرے پاس پشاور سے خط آیا ہے کہ صوبہ سرحد میں شراب کی بندش سے عام لوگ سو فیصد خوش ہیں صرف دو آدمی ناخوش ہیں۔ ایک آدمی تو سوشلسٹ پارٹی کے سیکرٹری ہیں اور دوسرے میاں مجید پروفیسر ہیں یہ ناراض ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مولویوں نے ہزار سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔ یہ بھی غلط کہا انہیں کہنا چاہیے تھا کہ ۱۴ سو سال پیچھے دھکیلا گیا ہے۔ دوسرا لکھا کہ کوثر نیازی نے کہا ہے کہ شراب بند کر دینا کوئی اتنی بات نہیں بلکہ اخلاق درست کرنا بڑی بات ہے۔ یہ ہے کوثر کی حالت۔

۱۔ وہ پروفیسر میاں مجید نے جو کہا ہے کہ ہزار سال پیچھے دھکیلے گئے۔ ان سے کہو کہ تم شراب نوشی کر کے آدمؑ سے بھی پہلے کی طرف دھکیلے جا رہے ہو۔ وہ یوں کہ رجس من عمل الشیطان۔ (ناپاک شیطانی عمل) سے معلوم ہوا کہ شراب کا موجد شیطان ہے اور شیطان آدمؑ سے بہت عرصہ پہلے پیدا کیا گیا ہے تو اس طرح شراب نوشی کر کے تم تو اور ہی پیچھے دھکیلے جا رہے ہو۔

۲۔ باقی کوثر نیازی کی بات کہ اخلاق درست ہوں۔ مثال یہ کہ ایک آدمی پر روزانہ پیشاب چھڑکا جائے دوسرا کہے کہ اس پر پیشاب مت چھڑکو وہ کہے کہ پیشاب کا چھڑکاؤ کا بند کرنا تو کوئی مشکل بات نہیں اسے پہلے نمازی بنانا چاہیے؟ کم بخت پیشاب چھڑکنا جب تک بند نہ کیا جائے تو وہ نمازی کیسے بنے گا۔ دیکھو شراب ام الخبائث ہے شرابی آدمی گالی بکتا ہے۔ زانی بنتا

ہے وغیرہ تو جب تک شراب نہ بند کی جائے تو اخلاق کی اصلاح کیسے ہوگی
سر سید نے اپنے بیٹے کو لندن بھیجا تو ہدایت نامہ بھیجا کہ بیٹے جس طرح پاک گئے ہو ویسے ہی پاک آنا تو اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

(اکبر الہ آبادی)

اخلاق اس وقت درست ہونگے جب اخلاق کی مضر اشیاء بند ہوں گی۔ اگر کرلو چینی شوگر کی مرض کے لیے مضر ہے تو شوگر کا مریض علاج کے ساتھ ساتھ کھائے کیا اس کو صحت ہوگی؟ یہ ہے کوثر نیازی کی بات کہ بدپرہیزی بھی کرو اور صحت بھی ہو۔ کہ شراب بھی پیو اور اخلاق بھی درست ہوں۔

(۳۹۵) شراب سے عقل بھی خراب ہوتا ہے!

دو لڑکے لائے گئے جو حساب میں بڑے ماہر تھے ایک کو شراب دی اور دوسرے کو غیر شرابی رکھا تو چند دن بعد شرابی نے سوال حل کرنے میں بہت وقت لگا بہ نسبت غیر شرابی کے اس نے سوال حل کرنے میں ڈبل وقت لگایا۔ پھر اسی طرح شرابی بچے کو شراب دیتے رہے اور غیر شرابی کو شراب نہ دی گئی تو تھوڑے دنوں بعد جب امتحان لیا تو غیر شرابی بچہ نے فوراً سوال حل کردیا اور شرابی بچے نے دیر تو اپنی جگہ رہی سوال غلط نکالا۔ یعنی جواب غلط نکالا۔

(۳۹۶) بہادر شاہ ظفر اور عربی مدارس کو چندہ!

بہادر شاہ ظفرؒ دہلی کا آخری بادشاہ گذرا ہے یہ بادشاہ عربی علوم پڑھنے والوں

کو وظائف دیتے تھے اس وقت انگریز عروج پکڑ چکے تھے انہوں نے ایک کالج بنا رکھا تھا تو انگریزوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کالج والوں کو وظیفہ کیوں نہیں دیتے؟ بادشاہ نے کہا کہ عربی والے طالب علم بڑے عقلمند ہوتے ہیں۔ یہ قلعہ کے اندر تالاب کے قریب کرسیوں پر تمام لوگ بیٹھے تھے۔ تو بات یہ ہوئی کہ دین پڑھنے والے عقلمند اور نہ پڑھنے والے غیر عقلمند ہوتے ہیں۔ تو انگریزوں نے کہا کہ یہ تو غلط بات ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تجربہ کرلو۔ تو بادشاہ نے کہا کہ بتلاؤ اس تالاب میں کتنے پیالے پانی ہے؟ تو وہ انگریز اور تمام انگریزی تعلیم یافتہ خاموش رہ گئے۔ پھر بادشاہ نے چوبدار کو کہا کہ قلعہ کے دروازے پر جاؤ اگر کوئی عربی کا طالب علم جارہا ہو تو اسے بلا لاؤ کیونکہ بادشاہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں جایا کرتے تھے انہیں معلوم تھا کہ طالب علم یہاں سے گزرا کرتے ہیں تو چوبدار نے دیکھا کہ ایک طالب علم بغل میں بخاری شریف دبائے گذر رہا ہے چوبدار اسے بلا لایا بادشاہ نے اس طالب علم کو کرسی پر بیٹھایا اور پوچھا بتلاؤ اس تالاب میں کتنے پیالے پانی ہوگا؟ طالب علم نے کہا یہ تو آسان ہے اگر پیالہ اس تالاب کے برابر ہے تو ایک پیالہ پانی ہوگا اور اگر آدھا پیالہ ہے تو دو پیالے ہوگا علی ھذا القیاس۔ تو یہ جواب سنکر تمام انگریزوں نے انگلی منہ میں دبادی۔ تو بادشاہ نے کہا کہ بیوقوفو یہ تو پیالے پر موقوف ہے کہ پیالہ کتنا بڑا ہے۔

(۳۹۷) حضرت افغانیؒ اور انگریز سے مناظرہ!

ایک مناظرے میں انگریز نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک جنت میں ۷۰ جوڑے کپڑوں کے ہونگے تو اتنا وزن جنتی کیسے برداشت کرے گا؟ پہلے تو یہ

سوال بھی غلط تھا۔ تو میں نے اسے کہا کہ اگر تیرے پاس کپڑوں کے دس جوڑے ہوں تو کیا سب جوڑوں کو ایک ہی وقت میں پہنو گے؟ پھر میں نے کہا کہ اگر ۷۰ ہزار جوڑے ہوں تو تب بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا۔ مثلاً میں نے اسے کہا کہ کبھی آپ نے سمندر میں نہایا ہے کہا ہاں تو میں نے کہا کہ سمندر میں کتنا پانی تھا کہنے لگا اربوں من۔ تو میں نے کہا کہ آپ کو بوجھ محسوس ہوتا تھا کہنے لگا نہیں تو میں نے کہا جو خدا ادھر سمندر کے پانی کا وزن ختم کرسکتا ہے وہاں جنت میں بھی وہی خدا ہوگا جو کپڑوں کے وزن کو ختم کرسکتا ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس ایک انگریز پادری نے آ کر کہا کہ انسان کی داڑھی پیدائش کے وقت تو نہیں ہوتی مگر تمہارا اسلام داڑھی پر کیوں زور دیتا ہے کہ داڑھی رکھو۔ جو چیز پہلے نہیں اس پر اتنا کیوں زور دیتے ہو؟ تو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے فوراً فرمایا کہ دانت بھی پہلے نہ تھے ان کو بھی توڑ دو۔ تو ایک آدمی قریب بیٹھا تھا اس نے کہا واہ مولانا! کیا دنداں شکن جواب دیا۔

(۳۹۸) شراب کا جواز؟!

بعض لوگ اس آیت سے استنباط نکالتے ہیں کہ شراب منع نہیں۔

ویسئلونک من الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس۔

وہ آپ سے سوال کریں گے شراب اور جوئے کے بارے میں کہ اس میں نقصان زیادہ ہے اور منافع کم ہیں۔ اس سے شرابی لوگ شراب کا جواز پکڑتے ہیں۔ دیکھو معاملہ یہ ہے کہ شراب نوشی کی صدیوں سے عادات پڑ چکی تھی تو اسلام دین فطرت

وہ پہلے نرم حکم لایا تو سمجھداروں نے تو اس نرم حکم کے آتے ہی ترک کردی اور جب انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطان۔

شراب، جوا، چڑھاوا اور جوئے کے تیر سب ناپاک شیطانی کام ہیں۔

جب یہ سخت آرڈر آیا تو پھر کسی نے ایک قطرہ بھی شراب نہ پی۔ اور ہزاروں من شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے۔ اور شراب کے فوائد بھی کیا ہیں؟ کہ ایک تو یہ مولد ان ہے دوسرا طاقتور ہے یا اس کی تجارت میں نفع ہے مگر اس کی خرابیاں اس سے بہت زیادہ ہیں اس لیے اگر نفع دیکھا جائے تو پھر اللہ کی دوسری اشیاء میں بھی تو نفع ہیں مثلاً سانپ میں بھی نفع ہے یعنی کھاد بنتی ہے جس پر رزق کا دارومدار ہے اور پھر خنزیر میں بھی نفع ہے۔

(۳۹۹) مختصر معلومات!

(۱) میں نے معاشیات پر کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی لکھی ہیں میں اگر ان کے انداز میں بیان کروں تو تمہیں سمجھ نہیں آئیں گی میں اپنے انداز میں بیان کرتا ہوں۔

(۲) متحدہ ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کی پیدائش ۱۱۱۴ھ ۴ شوال کو ہے اس زمانہ کا مجدد بادشاہ اورنگ زیبؒ زندہ تھے ان کی وفات ۱۱۱۸ھ میں ہوئی ہے اس وقت شاہ ولی اللہؒ کی عمر چار سال کی تھی دونوں دہلی میں پیدا ہوئے دونوں مجدد تھے۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مولانا محمد افضل سیالکوٹیؒ اور اپنے والد مولانا شاہ

عبدالرحیمؒ سے علم حاصل کیا اور پھر حضرت ابو طاہر مدنیؒ کی صحبت میں
سال گذارے پھر دہلی واپس آئے۔

(۴) آپؒ کے شاگرد عرب میں بھی ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب ان کے شاگرد ہیں
جن کے مسلک پر سعودی عرب چل رہا ہے۔

مولانا معین الدین سندھیؒ بھی ان شاہ صاحب کے شاگرد ہیں معین الدین
سندھیؒ کے شاگرد مولانا محمد ہاشم سندھیؒ ہیں آگے ان کے شاگرد مولانا محمد حیات سندھیؒ
ہیں۔ میری سند بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ سے ملتی ہے۔ میرے استاد حضرت سید محمد انور
شاہ کشمیریؒ ہیں انہوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمود الحسن شیخ
الہندؒ سے علم حاصل کیا انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے اور انہوں نے حضرت شاہ
عبدالعزیزؒ سے اور انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے علم حاصل کیا۔

(۵) ہندوستان میں آٹھ سو سال تک فارسی زبان حکومت کی زبان رہی مگر ایک
نسخہ بھی قرآن کا فارسی ترجمہ و تفسیر میں نہیں۔ سب سے پہلے قرآن کا فارسی
ترجمہ کرنے والے حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ جنہوں نے فتح الرحمٰن کے نام
سے فارسی ترجمہ دہلی میں کیا۔ آپؒ کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ،
شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالغنیؒ یہ چاروں بیٹے ولی اور عالم ہو گذرے ہیں
ان کی وفات الٹی چلی پہلے سب سے چھوٹے فوت ہوئے پھر ان سے
بڑے وغیرہ۔ شاہ عبدالقادرؒ نے موضح القرآن کے نام سے اردو ترجمہ لکھا
اور تحت اللفظ قرآن کا ترجمہ شاہ رفیع الدینؒ نے کیا۔ شاہ عبدالقادرؒ سے کسی

نے پوچھا کہ قیامت میں خدا کے ہاں کیا عمل تحفۃً لے جاؤ گے فرمایا۔

روز قیامت ہر کسے با خویش دارد نامہ — من نیز حاضر مے شوم تفسیر قرآن در بغل

حضرت سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ اگر شاہ عبدالعزیزؒ کی فتح العزیز
مکمل ہوتی تو آسمان کے نیچے اس سے بڑھ کر اور کوئی تفسیر کی کتاب نہ ہوتی۔ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب کے شاگرد قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی نے بھی تفسیر مظہری لکھی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ لکھی اس عنوان پر اس سے پہلے اور
کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب میں چاروں فقہی سلسلوں کو ایک کیا گیا ہے تاکہ
ان میں اختلاف نہ ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کائنات کے فلسفہ پر اور حدیث پر
کتابیں لکھی ہیں اور حدیث کی شرحیں سندات پر لکھیں تاکہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ،
حنبلیہ۔ ان چاروں کے اختلاف کو ختم کر دیا۔ اور تصوف کی کتابیں تصنیف کر کے
صوفیاء کرام کا اختلاف ختم کیا۔ شیعہ و سنی کے اختلافات دور کرنے کے لیے ازالۃ
الخفاء لکھی اسی طرح اسلامی معاشی نظام پر بھی آپ نے لکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ والد
کی طرف سے فاروقی اور ماں کی طرف سے کاظمی حضرت موسیٰ کاظم سے ہیں۔
حجۃ اللہ البالغہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ غیب سے حکم ہوا کہ یہ کتاب لکھو اور قلم
حضرت امام حسینؓ کا عطاء کردہ ہے۔

(۴۰۰) انسانی تمدن کے چار منازل!

کتاب و سنت اور شاہ ولی اللہؒ کی توضیحات کے مطابق زمین کا پورا کنبہ ایک

گھر ہے۔ کسی گھر کے ایک کونے میں خرابی ہو جائے تو پورا گھر خراب ہو جاتا ہے۔

مال کو تقسیم کرنے والوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ کہ اس گھر میں اولاد آدم سب کی سب شریک ہو گی (یعنی زمین میں) اور وقت معین کے بعد ہر مجازی اپنی مجازی ملکیت سے دستبردار ہوتا جائے گا۔ انسانی تمدن کے چار درجے ہیں ان کو ارتفاقات اربعہ کہتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک انسانی تمدن کے چار مرتبے یا چار منازل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

انسان جب اس دنیا میں آیا تو اس کی یہ انفرادی زندگی تھی۔ حضرت آدمؑ آئے تو ان کی اولاد ہوئی اس وقت کوئی قصبہ یا شہر نہ تھا۔ کوئی کسی کام میں مشغول اور کوئی کسی کام میں مشغول تھا۔ کابیل بکریاں چرانے میں مشغول تھا اور ہابیل کھیتی باڑی میں مشغول تھا اور شیثؑ یہ علم سیکھنے میں لگ گئے تو یہاں تک انفرادی زندگی تھی۔

۱۔ اور پھر ان کی اولاد نے اپنے اپنے والد کا کام سنبھالا اس کو ارتفاق اول کہتے ہیں۔ یہ منزل حضرت نوحؑ سے پہلے تک رہی۔ اس مرحلے میں انبیاءؑ کی تعلیمات بود و باش کے مسائل تک محدود رہیں۔

۲۔ پھر ارتفاق دوم حضرت نوحؑ سے شروع ہوا۔ اس کا نام قبائلی زندگی ہے۔ یعنی جب اولاد زیادہ ہو گئی تو پھر قبیلہ شروع ہو گیا کہ فلاں شخص قبیلہ کا یہ کام کیا کرتا تھا تو اب بھی وہ کام کر کے دوسروں کو فائدہ دیا جائے۔ یہ انسانی تہذیب وتمدن کی دوسری منزل تھی۔ اس وقت قصبے اور دیہات بننے شروع ہو گئے۔

۳۔ پھر حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں قومی نظام شروع ہو گیا قبائل نے بڑھتے بڑھتے شہری یعنی قومی زندگی کی شکل اختیار کر لی۔ تو اس لیے اب ہر قوم کے لیے الگ الگ پیغمبر آیا۔ والی عاد اخاھم ھودا۔ قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ آئے۔ والی مدین اخاھم شعیبا۔ اور مدین کی طرف حضرت شعیبؑ آئے۔ یہ ایک ایک قوم ایک جگہ آباد ہوئی اور ان میں لین دین شروع ہو گیا۔

۴۔ تہذیب وتمدنِ انسانی کا چوتھا دور ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دورِ مبارک سے شروع ہوا۔ وہ ہے بین الاقوامی زندگی کہ ہر ایک قوم کو دوسری قوم سے لین دین کا واسطہ پڑا۔ مکہ بڑا شہر تھا مکہ کے لوگ موسم سرما میں ایران اور یمن کو تجارتی سفر کرتے تھے اور موسم گرما میں ملک شام وغیرہ کی طرف سفر کرتے تھے۔ تو بین الاقوامی اجتماع شروع ہوا۔ اور اب عالمگیر نبوت کی ضرورت پیش آئی۔ لیکون للعلمین نذیرا۔ تاکہ سب جہانوں کے لیے نذیر ہوں۔ چنانچہ بین الاقوامی نبی تشریف لائے اب ان کے بعد تہذیب وتمدن کا کوئی اور دور نہ رہا تو کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ رہی۔ تو انفرادی، قصباتی، شہری اور بین الاقوامی انسان کی تہذیب وتمدن کے یہ کل چار دور ہوئے۔ مفکرین کہتے ہیں کہ اس چوتھے دور میں انسان کی عقل بالغ ہوئی اور انسانیت کامل ہو گئی کیونکہ اس سے قبل تمام شرائع

(شریعتیں) بدلتی رہیں۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکمل دین اور مکمل شریعت آئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔

(۴۰۱) حضرت نانوتویؒ اور شریعت محمدی!

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ بچے کے کپڑے جو آج سلائے گئے ہیں وہ سال بہ سال چھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔ بات چل رہی تھی شریعت کی۔ تو شریعت بھی انسان کے روح کا لباس ہے جب روحانیت چھوٹی تھی (تو کپڑوں کی طرح) شریعت بدلتی رہی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے تک روحانیت بالغ ہوگئی تو شریعت بھی مکمل ہوگئی اب کسی اور شریعت کی ضرورت نہ رہی اور یہ کپڑا نہ پرانا ہوگا نہ پھٹے گا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ یقیناً ہم نے ہی نازل کیا (قرآن کو) اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ باقی رہا تبلیغ تو وہ اب علماء کا کام ہے۔ دیکھو ایک متوسط درجہ کے عالم مولانا محمد الیاسؒ نے جو تبلیغ کا کام شروع کیا آج وہ کام کیا مقام حاصل کر چکا ہے۔

(۴۰۲) جہیز مستحب اور مال وراثت فرض ہے!

ایک سیٹھ کی شادی ہوئی۔ یہ نظام دکن کے بعد دوم نمبر پر رئیس تھا وہ نکاح کر کے دلہن کو پیدل گھر لے آیا۔ اس نے حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی سنت ادا کی۔ حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ کو جہیز میں چکی اور

مشکیزہ دیا گیا تھا کیا آج کوئی یہاں ایسا کام کرے گا۔ آج تو کہتے ہیں کہ یہ ہماری شان کے خلاف ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ ان لوگوں کا مسجد میں آنا بھی شان کے خلاف ہو جائے گا۔ اور اسلام کا نام لینا ہی ان کی شان کے خلاف ہوگا۔ تو ہم اس وقت ان لوگوں کو کہیں گے کہ اسلام تم جیسے گندے انسانوں کے ہاں آنے سے اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔

میں نے ایک بیوہ کی لڑکی کا نکاح پڑھا جہیز کا مال دیکھا تو وہ پچاس ہزار روپے کا تھا۔ جہیز کا مال دینا مستحب ہے اور باپ کی وراثت کا مال دینا فرض ہے بیٹی کو وراثت تو دیتے نہیں ہو اور جہیز دیتے ہو۔ وراثت نہ دینے سے تم گناہ گار رہو گے۔ تو لڑکی کو باپ کے مال کی وراثت کا حق دیا جائے۔

(۴۰۳) اسلام کسی کی ملکیت غصب کرنے کی اجازت نہیں دیتا!

آج کے حکمران دین سے ناواقف ہیں۔ (یہ ذوالفقار علی بھٹو کا دور تھا) وہ لوگوں کی زمینیں چھین رہے ہیں اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ حدیث پاک ہے کہ اگر ایک بالشت بھی کسی کی غیر قانونی زمین لے لی گئی تو میدان حشر میں اتنی زمین ساتوں طبق کی اس کی گردن پر ڈالی جائے گی۔

ایک حدیث پاک ہے من کان عندہ ارض فلیزرعھا او یعط اخاہ۔ کہ جس شخص کے پاس زمین ہو وہ خود کاشت کرے اور بقیہ اپنے بھائی کو دیدے۔ دین سے ناواقف حکمرانوں نے حدیث شریف کا مفہوم تو نہ سمجھا بس کہا کہ لوگوں سے زمینیں چھینو۔ یہ حدیث کی تہہ کو نہیں پہنچ سکے۔ یہ ہے اخلاقی قانون۔ اور ایک ہے زکوۃ

حدیث پاک ہے۔ ہر تکلیف اندھیرے میں ہوتی ہے اور صبر روشنی ہے۔ قبر کی تاریکی میں اور دنیاوی زندگی میں اور میدان حشر میں بھی روشنی ہے۔ روشنی کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے ایک تو وہ روشنی جو آنکھ سے نظر آئے اسے حسی کہتے ہیں مثلاً سورج وغیرہ کی روشنی اور دوم یہ کہ آنکھ سے نظر نہ آئے لیکن روح کو خوش کر دے اسے معنوی یا نامحسوس روشنی کہتے ہیں۔ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ۔ اس کا معنی شاہ عبدالقادرؒ نے لکھا ہے (کہ اللہ رونق ہے آسمانوں اور زمین کی) یہ کتنا خوبصورت ترجمہ ہے۔

جس طرح جسم میں جان ہے تو کہا جاتا ہے کہ جان ہمارے جسم کی رونق ہے۔ جان قائم ہے تو رونق ہے ورنہ نہیں۔ سب کچھ ختم۔

(۲۱۰) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم روشن چراغ ہدایت ہیں!

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشر و نذیرا و داعیا الی اللّٰہ باذنہ و سراجا منیرا ۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اللہ کے حکم سے خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو روشن چراغ ہدایت بنا کر بھیجا۔ اگر اس ہستی کو چراغ ہدایت نہ کہیں محض روشنی (نور) کہیں یا فرشتوں کی طرح نور کہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو تمام نوری مخلوق اور غیر نوری سے بالاتر ہیں۔ آدم جب پیغمبر نہ تھے اس وقت نوریوں سے سجدہ کروایا تھا آج جو ہستی پیغمبروں سے بالاتر ہے انہیں نوریوں (فرشتوں) کے برابر کرتے ہو۔ یہ سجدہ رب تعالیٰ نے اس لیے کرایا

تھا کہ لوگ فرشتوں کو خدا تصور نہ کریں۔ ہمارے نزدیک یہ ایمان ہے۔

وانزلنا الیک نورا مبینا ۔ اور اتارا ہم نے تیری طرف ظاہری اور قرآن کے لیے فرمایا کہ قرآن نور بھیجا۔

تو خدا نور۔ پیغمبر نور۔ قرآن نور

یخرجھم من الظلمت الی النور ۔ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ یہاں ایمان کو نور بتایا۔ تو ایمان بھی نور۔ ان چاروں کو نور فرمایا خدا تعالیٰ نے۔

الصبر کوضیاء (یعنی روشن) کہا یہ کیوں؟ مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ ۔ اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسا طاقچہ ہو اس میں چراغ ہو اور وہ چراغ شیشے میں ہو۔

نورہ سے مراد نور ایمان ہے جو مومن کے دل میں ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک طاقچے میں چراغ ہو اور وہ چراغ ایک شیشے میں ہو۔ اور ہر چراغ کے لیے تیل ضروری ہے وہ تیل ہے قرآن۔

تو ایمان کی مثال کے لیے چند چیزیں بیان کیں۔ (۱) طاقچہ، (۲) چراغ (۳) شیشہ، (۴) تیل۔ تیل جب ختم ہو جائے تو چراغ ختم۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ طاقچہ تو مومن کا وجود ہے اور چراغ اس روشنی کا نام ہے جو مکان کو روشن کر دیتی ہے۔ تو یہ ایمان ہوا۔ اور شیشہ سے مراد مومن کا دل اور چمکیلا ہو معنی یہ کہ ایمان اکمل ہو۔ اور تیل قرآن سے پہنچے گا۔ بھدی

اس کلیت پسندی کی اور مثالیں بھی ہیں کہ بعض غزوات میں کہ جن میں حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سپہ سالار تھے انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ راستے میں جہاد کے موقعہ پر مجاہدین کا راشن ختم ہو گیا تھا بعض کے پاس تھا اور بعض کے پاس نہ تھا تو جن کے پاس تھا ان سب کا راشن ایک جگہ جمع کر دیا گیا پھر سب پر تقسیم کر دیا گیا۔ یہ ہے کلیت پسندی۔

اگر کسی گاؤں یا شہر میں قحط پڑ جائے تو جن کے گھروں میں غلہ ہو تو اس کو نکال کر اکٹھا کر کے سب پر تقسیم کیا جائے تو کیا پھر قحط رہے گا؟ نہیں۔ یہ ہے اسلامی ثقافت کہ جس نے مسلمانوں کے ذہن بدل ڈالے۔ (مگر آج کل تو ناچ گانے کو ثقافت کہا جاتا ہے)۔

(۴۰۸) بچوں کے لیے اسلامی ثقافت؟

آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ملت اسلامیہ کے لیے اسلامی ثقافت کا نمونہ ہیں۔ جب ایک بچہ یا بچی پیدا ہوتی ہے تو اسلامی ثقافت یا اسلامی معاشرہ کے تحت وہ پیدا ہونے کے ساتھ اس کے لیے اسلامی ثقافت شروع ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو تو اس کے دایاں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی جاتی ہے تا کہ اس میں شروع سے دین فطرت کی روشنی پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد اسلامی معاشرہ کا ایک سبق ہے وہ بچے کو درس دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کل امر ذی بال لم یبدی باسم اللہ فھو ابتر۔

(۱) کہ جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ابتر ہے (جائز کام)

(۲) تو جب بچہ تھوڑے کام کے لائق ہوتا ہے تو والدین اسے کہتے ہیں کہ بسم اللہ کہو۔ اب اگر خود والدین ہی بسم اللہ نہ کہتے ہوں تو پھر ماشاء اللہ۔ تو بسم اللہ سے کام شروع ہوا۔ اسلامی معاشرہ پوری زندگی کو منور کر دیتا ہے۔

(۳) بچہ جب چار سال اور چار ماہ کا ہو جائے تو صالحین کا کام تھا کہ اسے مکتب میں لا کر قرآن کی تعلیم شروع کرا دی۔ یہ بھی اسلامی معاشرہ ہوا کہ دین کی بنیادی کتاب قرآن پاک بچہ سیکھے۔

(۴) جب سات برس کا ہو تو اسے وضو کی مشق کرائی جائے۔

(۵) اور جب دس سال کی عمر کا ہو جائے تو اسے سختی سے نماز پڑھائی جائے۔ واضربوا علیھا اذا بلغوا عشر سنین۔ اور ان کو نماز پر مارو جب دس سال کے ہوں۔

مگر آج تو بوڑھے ہو چکے ہیں اور کلمہ نہیں آتا۔ کیا یہی اسلامی ثقافت ہے؟

(۴۰۹) مشکلات کا حل صبر اور نماز میں ہے!

اللہ تعالیٰ اس آیت میں خطاب فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی مشکلات کو اگر حل کرنا چاہتے ہو تو اس کے حل کی چابی میرے ہاتھ میں ہے اور چونکہ میں ایک ضابطہ اور قاعدہ کے تحت حل کرتا ہوں بلا ضابطہ نہیں۔ تو اس کے دو ضابطے ہیں اس آیت میں (۱) صبر، (۲) نماز۔ واستعینوا بالصبر والصلوۃ۔ کہ ہر مشکل کو حل کرنے کے لیے اللہ خالق کائنات سے مدد مانگو لیکن صبر اور نماز کے ساتھ۔ صبر کا لفظ قرآن پاک میں بہت جگہوں پر آیا ہے۔ الصبر ضیاء۔ کہ صبر مومن کے لیے روشنی ہے۔ یہ

۳۔ اگر حربی (یعنی بیرونی غیر مسلم) شخص تجارت کرے تو اس سے دس فیصد بندرگاہ پر وصول کیا جائے گا۔

(۴۰۶) جنت کمانے اور جہنم سے بچنے کے لیے صبر ضروری ہے!

جنت کمانا اور دوزخ سے بچنے کے لیے فرمایا۔ افلا ینظرون الی الا بل کیف خلقت ۔ کیا نہیں دیکھتے اونٹ کو کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ کئی من وزن اٹھاتا ہے اور کئی دن پیاس برداشت کرتا ہے جب تک موت نہیں آتی اس وقت تک مالک کی خدمت کرتا رہتا ہے۔ والی السماء کیف رفعت ۔ اسی طرح آسمان کو دیکھو کہ کس طرح سربلند ہے۔ اس پر مقصد ہے وہ مقصد جنت ہے اس سے تعلق رکھو والی الجبال کیف نصبت ۔ کہ تم دین پر پہاڑ کی طرح جمے رہو۔ یعنی دین سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہ رہو۔ والی الارض کیف سطحت ۔ کہ زمین کس طرح بچھی ہوئی ہے۔ بعض اسے ہل سے چیرتے ہیں اور بعض قدموں سے دباتے اور روندتے ہیں۔ بچاری چون تک نہیں کرتی اے انسان تو بھی زمین کی طرح دنیا میں تکلیف و مصیبت برداشت کرنے آیا ہے۔ تو یہاں اس آیت میں چار مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے انسان کو سبق دیا گیا ہے کہ تو بھی دین کے کاموں میں ان مخلوقات کی طرح صبر کر اور دین پر قائم رہ۔

(۴۰۷) اسلام کا قانون (کلیت پسندی)!

(کلیت پسندی) کہ اسلام نے اپنے اسلامی معاشی نظام کے باوجود کلیت پسندی پیش کی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مجبوری کے وقت سب کے پاس جو کچھ

ہے اسے ایک جگہ اکٹھا کر لیا جائے پھر اسے سب پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایسی مجبوری کی صورت میں مالک کی اجازت سے وہ سب کا حق بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک صورت مہاجرینؓ و انصارؓ کے بھائی چارے کی ہے۔ کہ ہجرت کے وقت انصارؓ نے بہت قربانیاں دیں بعد میں اسلام نے ہجرت کو فرض کر دیا تو عرب کے تمام اطراف سے مہاجرین سمٹ سمٹا کر مدینہ میں آنے لگے تو اس وقت معاشی مسئلہ حل کرنا تھا تو اس وقت کلیت پسندی کو اختیار کیا گیا۔ اسلام نے اپنی ثقافت کے ساتھ یہ ذہنیت پیدا کر دی تھی کہ انصارؓ نے خود بخود درخواست کی کہ ہم اپنی جائیداد کو مہاجرینؓ پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وقت کی ضرورت کے مطابق درخواست قبول کر لی۔ تو قرآن میں انصارؓ کی تعریف ہوئی۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ۔ اور مقدم رکھتے ہیں ان کو (مہاجرین کو) اپنی جانوں سے اگرچہ اپنے اوپر فاقہ ہو۔ یعنی خود بھوکے رہ کر ان کی خدمت کرتے ہیں۔ کہ انصار نے اپنی ذات پر مہاجرین کو ترجیح دی۔ خود بھوکے رہے اور انہیں سب کچھ دیا۔

وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے (مہاجرینؓ مکہ) ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے۔ یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدور ھم حاجۃً مما اوتوا۔ کہ آنے والے (مہمان) مہاجرین کو خوشی سے یاد کرتے ہیں۔ (کہ اور مہمان آ گئے)۔ مگر آج شیعہ ان حضراتؓ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ تو اسے کلیت پسندی کہتے ہیں۔

وہ تو فرض قانون ہے جو جبراً لی جائے گی۔ اس کے علاوہ باقی عفو میں شامل ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہدیں کہ جو کچھ بچے اسے خرچ کرو۔ کہ جتنا ہو سکے اسے دیدو اللہ کی راہ میں۔ یہ ایک اخلاقی قانون ہے نہ کہ فرض جسے جبری لیا جاتا ہے۔ پھر تو زائد از ضرورت جو کچھ بھی ہے سب سے چھین لیا جائے؟ نہیں بلکہ خوشی سے جو کچھ دے سکتے ہو دیدو۔ باقی یہ کہ کسی کے پاس زمین زائد ہے تو اس کا حل بھی اسلام میں ہے وہ ہے قانونِ وارثت۔ اگر وراثت کے قانون پر صحیح معنوں میں عمل کیا جائے تو کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ مثلاً ایک زمیندار کی ۱۶ مربع زمین ہو وہ اس کی اولاد میں صحیح تقسیم کردی جائے تو کیا یہ تقسیم نہ ہوگی؟ پھر اسی طرح آگے ورثاء پر تقسیم ہوتی رہے تو کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی جائے گی۔

(۴۰۴) فکر اور محنتِ عمل حصول دولت کے دو ذرائع!

مال دو ذرائع سے کمایا جاتا ہے ایک فکر اور دوم محنت عمل سے۔ قلم سے کمانے والے دماغ کی محنت سے کما کر دولت حاصل کررہے ہیں۔ دوسرے محنت کر کے بدنی قوت سے دولت حاصل کررہے ہیں۔ مثلاً کسان۔ مزارع اور مزدور وغیرہ جو ہاتھ کی مشقت سے دولت حاصل کررہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مال کی پیداوار دو طاقتوں سے ہوئی اب اگر دماغی طاقت اور ہاتھ و بدن کی طاقت خدا نے مساوی رکھی ہے تو مال میں بھی مساوات

ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے دماغ و بدنی قوت میں فرق رکھا ہے۔ جب فرق ہوا تو دماغ سے کمانے والی دولت میں بھی فرق ہوگا۔ اسی طرح بدن۔ اگر بدنی طاقت ایک جیسی ہوگی تو دولت مساوی کماتے۔ تو نہ طاقت مساوی ہے اور نہ دولت مساوی ہے تو خالق کائنات نے تفاوت رکھا ہے۔ اھم یقسمون رحمت ربک۔ کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا۔ ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی گذران انہیں تقسیم کردی ہے۔

ورفعنا بعضھم فوق بعض درجت۔ اور ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ تفاوت نہ رکھتے تو لوگ آپس میں زندگی نہ گذار سکتے۔ کسی کا کام نہ چلتا۔ غریب امیر کی دولت کا اور امیر غریب کی محنت کا محتاج ہے۔ دونوں طرح محتاجی رکھی تا کہ دولت مندوں میں فرعونیت پیدا نہ ہوجائے یہ ایک فطری فلسفہ ہے۔

(۴۰۵) غیر ملکی تجارت پر ٹیکس!

بیرونی تجارت کہ دوسرے ملک سے کوئی مال منگایا جائے تو اس سے جو محصول لیا جائے گا جس محکمہ کسٹم کا عملہ ایئرپورٹ یا بندرگاہوں پر ٹیکس کے نام سے وصول کرتے ہیں۔ تو اس میں یہ صورت ہوگی

۱۔ کہ اگر مال منگانے والا مسلمان ہے تو اس سے چالیسواں حصہ لیا جائے گا۔

۲۔ اور اگر اسلامی مملکت کا ذمی منگائے تو پانچ فیصد بندرگاہ پر ادا کرنا ہوگا۔

اللہ لنورہ من یشاء۔ اللہ تعالیٰ رہبری کرتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔

اب معلوم ہوا؟ کہ سب سے قیمتی چیز مسلمان کا نور ایمان ہے جو دل کے طاقچے اور قرآن کے تیل سے وابستہ ہے۔ اپنے ایمان کو قائم رکھنے کے لیے قرآن کا تیل ضروری ہے اور یہ قرآن کا تیل صبر کے بغیر ناممکن ہے۔ تو قرآن سے فیض حاصل کرنا ہروقت ضروری ہے کیونکہ چراغ کے لیے تیل کی تو ہروقت ضرورت ہوتی ہے۔ تو ہروقت صبر کرنا ہوگا۔ اب مقامِ صبر پر ایک مختصر بیان کرتا ہوں۔

(۴۱۱) نور روشنی کے لحاظ سے ضیاء سے کم درجہ رکھتا ہے!

دیکھو مصیبت کا حل نماز اور صبر میں ہے۔ الصلوۃ نور و الصبر ضیاء۔ نماز نور ہے اور صبر روشنی ہے۔ یہ حدیث پاک ہے نور روشنی کے لحاظ سے ضیاء سے کم درجہ رکھتا ہے۔ چونکہ تمام نیکیوں کے کرنے میں اور تمام گناہوں سے بچنے کے لیے صبر کام آتا ہے اس لیے نور کا لفظ نماز کے ساتھ بولا اور ضیاء کا لفظ صبر کے ساتھ لایا۔ جب موت آئے گی تو دنیا کی تمام روشنیاں ختم ہو جائیں گی۔ تو یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن سے خطرناک تو اور کوئی دن نہیں اور اسی دن تمام روشنیاں بھی ختم ہونگی۔

یہاں تو اجسام کی روشنی ہے یعنی سورج اور چاند وغیرہ کی روشنی لیمپ اور چراغ وغیرہ بھی ایک جسم ہیں۔ یہ تمام روشنیاں وہاں آخرت میں نہ ہوں گی وہاں دوسرا انظام اعمال کی روشنی کا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ قرآن کی روشنی سب سے زیادہ ہوگی اور وہ روشنی ساتھ ہوگی۔

(۴۱۲) توبہ بہت بڑی نعمت ہے!

گناہ سے پاک ہستی حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم دن میں ستر یا سو بار استغفر اللہ پڑھتے تھے یعنی توبہ فرماتے تھے۔ لیکن آج اُمت کا یہ حال ہے کہ سر سے پاؤں تک گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر توبہ کی توفیق نہیں۔ آج توبہ کی قیمت اس سے پوچھو جسے موت کی سزا سنائی جا چکی ہو اور پھر اس سے کہا جائے کہ توبہ کر لے پھانسی سے بچ جائے گا۔ تو وہ خوشی سے اچھلے گا۔ حالانکہ یہ پھانسی اور دنیا کی ہزار موتیں جہنم کی ایک سیکنڈ کی زندگی سے بھی کم ہیں۔

(۴۱۳) قیامت ۱۲۰ سال بعد آئے گی!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نزع کی حالت سے پہلے انسان توبہ کر سکتا ہے کیونکہ نزع کی حالت میں جنت و جہنم دونوں کے نقشے دکھائے جاتے ہیں اور اس شخص کو اس کا مقام بتلا دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا جب سورج مغرب سے نکلے گا تو وہ نصف آسمان تک آئے گا تو اسے خدا تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ واپس جاؤ اور پھر حکم ہوگا کہ مشرق سے نکلو تو اس دن اور قیامت کے دن کے درمیان ۱۲۰ سال کا عرصہ ہوگا تو اعلان ہوگا کہ اس ۱۲۰ سال میں توبہ قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ دیکھ لیا کہ قیامت آگئی۔ کیونکہ دیکھ کر کافر بھی کہیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ ہمارے خدا رب کی قسم ہم لوگ شرک کرنے والے نہ تھے مگر یہ توبہ قبول نہیں ہوئی۔

(۴۱۴) یہود قربانی کی عظمت حضرت اسحاقؑ کو دینا چاہتے ہیں!

انگریزی تعلیم کے ذریعے انگریز نے طلباء کو ایک غلط تعلیم دی ہے کہ قربانی

کے لیے حضرت اسماعیلؑ کا ذکر نہیں قربانی تو حضرت اسحاقؑ کی مانگی گئی تھی۔ یہ محض اس لیے کہ حضرت اسماعیلؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دادا ہیں تو انگریزوں کی چال ہے کہ یہ عظمت یہود کے دادا حضرت اسحاقؑ کو دی جائے۔ دیکھو قرآن میں یہ چیز مختلف جگہوں پر ذکر ہے۔

قدیم زمانہ میں یہ رسم تھی کہ لڑکوں کو قربان کرتے تھے۔ خود حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر مجھے دس بیٹے ملے تو ایک بیٹا کعبۃ اللہ کے سامنے ذبح کرونگا۔ جب دس ہو گئے تو حضرت عبداللہ کو کوئی ذبح نہیں کرنے دیتا تھا آخر ایک کاہن کے کہنے پر قرعہ اندازی کی گئی ایک پرچی پر حضرت عبداللہ کا اسم گرامی لکھا گیا اور دوسری پرچی پر دس اونٹ لکھے گئے جب پرچی اٹھائی تو حضرت عبداللہ کا اسم گرامی نکلا تو پھر دس اونٹ بڑھاتے گئے جب سو اونٹ ہوئے تو قرعہ میں پرچی اونٹوں کی نکلی تو سو اونٹ ذبح کیے گئے۔ دس اونٹوں کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ کا نام تین مرتبہ نکلا تھا تو ایک دوسرا کاہن آ نکلا اس نے کہا کہ دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ تو سو اونٹ ذبح کیے گئے اور حضرت عبداللہ اپنے والد کو بہت محبوب تھے ان کو محفوظ رکھا گیا۔ اس لیے فقہاء نے خون بہا کی دیت بھی ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت رکھی۔

اس زمانے میں قربانی میں پیارے بیٹے کو قربان کیا کرتے تھے اور پھر اکلوتے بیٹے کو قربان کرتے تھے۔ تو حضرت اسماعیلؑ اکیلے تھے اور قربانی میں بڑے بیٹے کی ضرورت تھی تو حضرت اسماعیلؑ ہی آپ کی ساری اولاد سے بڑے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ سے ۱۳ برس بڑے تھے۔ (۱) وامرتہ قائمۃ

فضحکت فبشر نہا باسحاق و من وراء اسحق یعقوب۔ ہم نے اسحاقؑ کی خوشخبری دی (ابراہیمؑ کو) اور اس کے بعد یعقوبؑ کی تو اس کی عورت (سارہ) ساتھ کھڑی تھی وہ خوشی سے ہنسی۔ وہ فرشتے دونوں پیغمبر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے پاس آئے حضرت ابراہیمؑ کے لیے حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوشخبری لائے اور حضرت لوطؑ کے پاس ان کی قوم کی تباہی کی خبر لائے (سورۃ ھود میں یہ واقعہ وضاحت سے درج ہے) حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے جو عراق سے آپؑ کے ساتھ ہجرت کر آئے تھے۔ کیا اس آیت سے حضرت اسحاقؑ کا ذبح ہونا ثابت ہو سکتا ہے؟ (حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو کچھ سفارش کی قوم لوط کے بارے میں تو فرشتوں نے فرمایا اب اللہ کا حکم آچکا ہے اب یہ ٹل نہیں سکتا۔ (۲) ۱۶ لاکھ آبادی کے چار شہر جبرائیلؑ نے اٹھا کر پلٹ دیے۔ ہم نے ۲۵ سال بدمعاشیاں کیں تو حکم آیا کہ ملک کے دو ٹکڑے کر دو) تو معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہیں حضرت اسحاقؑ نہیں۔ حضرت اسحاقؑ نے تو کعبۃ اللہ دیکھا بھی نہیں اور حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ سے بڑے تھے اور کعبۃ اللہ کے پرنالے کے نیچے دفن بھی ہیں۔ اس کا نام ہے میزاب رحمت۔

(۴۱۵) یہ امت باللہ نہیں امت بالانگریز ہے!

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں آخری فتنہ عیسائیت کا ہوگا۔ دیکھو متحدہ ہندوستان کے وقت ہم انگریز کے زیر اثر تھے (غلام تھے) تو چلو اس وقت ان کا قانون تھا ہم مجبور تھے مگر بدبختو آزادی ملنے کے بعد بھی قانون انگریز کا؟ یہ تو

پھر آمنت باللہ نہ ہوا بلکہ آمنت بالانگریز ہوا بس تو پھر قیامت میں کھڑے بھی ان کے ساتھ کئے جاؤ گے۔

(۴۱۶) سورۃ فاتحہ کی مختصر تشریح!

اسماء سورۃ فاتحہ!

احادیث میں اس سورۃ مبارکہ کے کئی نام مذکور ہیں مثلاً (۱) فاتحہ الکتاب (۲) ام القرآن (۳) الحمد (۴) صلوۃ (قرآن عظیم) (۷) الشفاء (۸) کافیہ۔

(۱) سبع ثانی!

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی مقام نزول کے متعلق کئی اور اقوال بھی ہیں مگر یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ ولقد اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم. پ ۱۴ . ۶ ۔ اور ہم نے آپ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا دیا۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سورۃ ''فاتحہ'' یہی سبع مثانی'' اور قرآن عظیم ہے (یعنی بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے۔

(۲) شافیہ!

یہ ''شافیہ'' بھی کہلاتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''فاتحہ الکتاب'' موت کے سوا ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔

(۳) فاتحہ!

اس کا نام فاتحہ اس لیے ہے کہ قرآن مجید کا افتتاح اسی سے ہوا ہے نیز اس

لیے کہ قرآن کے مطالب و معانی کو کھولتی ہے اور واضح کرتی ہے۔

(۴) ام القرآن وغیرہ!

اسے ام القرآن اس لیے کہا جاتا ہے کہ گویا یہ ایک متن ہے اور باقی سارا قرآن اس کی تفصیل ہے اور قرآن پاک کے تمام مطالب اجمالی طور پر اس میں بیان کر دیے گئے ہیں اس کو قرآن کا دیباچہ بھی کہہ سکتے ہیں حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا اس سورت میں باتفاق آراء سات آیتیں ہیں پچیس کلمات اور ایک سو تیرہ حروف ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اسی آیت شریفہ میں خداوند قدوس کے تین نام بیان ہوئے ہیں۔ اللہ۔ الرحمٰن۔ الرحیم جس سے تینوں حقیقتوں کا اظہار مقصود ہے۔ یہ کہ اللہ واجب الوجود ہے۔ اور تمہارا اور جو عطا کردہ اسی کا ہے نیز وہ رحمٰن ہے کہ تمہارے دنیوی فوائد کا مالک ہے اور وہ رحیم ہے کہ آخروی فوائد بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

ان تینوں چیزوں سے جو تصور وجود میں آتا ہے وہ ایک مومن کے ایمان کی جان ہے اس کو زندہ رکھنے کے لیے اسلامی تہذیب کا ایک اصول قرار پایا۔ کہ مسلمان کا ہر ایک کام اللہ کے نام سے شروع ہونا چاہیے جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ انسان کسی نہ کسی وقت یہ سوچنے لگے گا کہ جس کا نام لیکر ہر کام کی ابتداء کر رہا ہوں وہ اس کی مرضی

اور حکم کے خلاف تو نہیں۔ نیز اس کے تکرار سے خدا کی غلامی کا تصور پیدا ہوگا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ خدا کے نام کی برکت سے وہ کام ادھورا نہیں رہے گا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں وہ ہر کام جو اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین!

الحمد للہ رب العالمین۔ الحمد میں لام جنسی ہے اور اللہ میں لام ملک کا یعنی تعریف کا حقیقی حق دار اللہ تعالیٰ ہے بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ، اس لیے کہ ہر نعمت اور ہر خوبی کا مالک بھی وہی ہے اور عطا کرنے والا بھی وہی ہے۔

رب العالمین۔ تمام کائنات کا رب ہے ہر نوع کا بھی ہر فرد کا بھی۔ فرشتے، جن، انسان، حیوان سب کا پرورش کرنے والا ہے اس آیت میں ان تمام تصورات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے جن کے تحت لوگ مخلوق پرستی کرتے اور السلطان ظل اللہ کے مدحیہ قیصدے پڑھتے ہیں۔

الرحمن الرحیم!

الرحمن الرحیم۔ رب العالمین میں جو تخویف وترہیب (یعنی خوف و ڈر) پایا جاتا ہے اس وحشت کو دور کرنے کے لیے فرمایا وہ نہایت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے قرآن مجید کا یہ خاص اسلوب بیان ہے کہ جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کا ذکر کرتا ہے جمال کا بیان بھی کر دیتا ہے تاکہ قاری کو وحشت نہ ہو نیز الرحمن الرحیم۔ کو دوبارہ اس لیے لایا گیا کہ صفت رحمت کا دوسری صفات کے مقابلہ میں

غلبہ کا اظہار ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ان رحمتی وسعت کل شی"۔

ملک یوم الدین۔

ملک یوم الدین، الرحمن، الرحیم میں جس کثیر رحمت کا ذکر ہے اس کے بعد مالک یوم الدین اس لیے لایا گیا ہے تاکہ ظاہر ہو سکے کہ باغی اور ظالم اس کی رحمت کو نہ پا سکیں گے کیونکہ وہ منصف بھی ہے اور رحمت کی وجہ سے اس سے صرف امید ہی نہ رکھیں بلکہ اس کے انصاف سے ہم ڈریں بھی اور وہ اکیلا مالک ہوگا کوئی مجازی مالک اس دن کا نہ ہوگا اور اس دن صرف اسی کا فیصلہ ہوگا۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اس دن کس کا ملک ہوگا صرف اکیلے زبردست اللہ کا۔

ایک نعبدو ایک نستعین۔

ایاک نعبدو ایاک نستعین۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ فاتحہ قرآن کا خلاصہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ یہ آیت ہے اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی نہ عبادت جائز ہے اور نہ ہی کسی سے مدد مانگنا۔ عبادت تو انتہائی تعظیم کا نام ہے عرب کہتے ہیں "طریق معبد" پاؤں تلے روندا ہوا راستہ لہذا انتہائی تعبد و تذلیل اسی ذات کے حضور ہونا چاہیے جس نے ہم کو پیدا کیا۔ اسباب زیست پیدا کیے اور جو زندگی بعد الموت کا مالک ہے اللہ، رب، رحمن، رحیم، مالک کی صفات کا ذکر تمہید ہے اس بات کی کہ عبادت کے لائق وہی ہے دست بستہ قیام، رکوع، سجدہ، دعا یہ سب عبادت کے اہم جز ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی اللہ کے سوا کسی کا حق نہیں۔ حضرت

لقمانؑ نے بیٹے کو فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر بے شک شرک
بڑا بھاری ظلم ہے۔

وایاک نستعین۔ جب ہم نے کہا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو
اس میں فخر، کبر اور نخوت کا اظہار ہوتا تھا تو کہا کہ اس کی توفیق بھی تیری مدد کے سوا نہیں
اور صرف تو ہی مدد کر سکتا ہے پھر جب ہم عبادت میں کھڑے ہو گئے تو اب دل کے
حاضر ہونے اور اخلاص کے لیے تیری مدد درکار ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم
نے فرمایا "بندہ کا دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فرمایا کرتے تھے "اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر
قائم رکھ لہذا ہمیں ہر وقت اور ہر کام میں تیری مدد درکار ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم!

اھدنا اصراط المستقیم۔ انسان کی زندگی میں کئی قسم کے حالات سے
گزرنا پڑتا ہے کئی قسم کے اعتقادی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، نظریات اس کے اوپر
اثر انداز ہوتے ہیں اس نظریاتی کشمکش میں خدا کی پسندیدہ "سیدھی راہ" پر قائم رہنا بجز
فضل ایزدی بندہ کے لیے ناممکن ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشدہ خدائے بخشندہ

اسلامی تاریخ کئی ایسے ادوار سے گذری ہے جس میں خود مسلمانوں کے اندر
بے شمار نظریات کی کشمکش رہی۔ جس کے نتیجہ میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ حروریہ،

خارجی، رافضی، جبریہ، قدریہ، اشعری، معتزلہ ایسے وقت میں یا موجودہ نظریاتی کشمکش
کی دنیا میں باطل نظریات کا شکار ہونا عین ممکن ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے دولت،
عزت، حکومت، صحت کی بجائے ہدایات کی دعا سکھائی اس لیے کہ یہی سب سے اہم
مطلوب انسانی ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم!

"صراط الذین انعمت علیھم" یہ صراط مستقیم کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ
کہ وہ کوئی نئی راہ نہیں۔ بلکہ وہی ہے جس پر ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ
چلتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع
الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین
وحسن اولئک رفیقا۔ (پ۵۔۶) یعنی "جو کوئی حکم مانے اللہ تعالیٰ اور اسکے
رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہ اللہ کے انعام یافتہ، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور
نیک بخت لوگوں کا ساتھی ہے اور ان کی رفاقت اچھی ہے" اس آیت میں وضاحت
کردی گئی ہے کہ وہ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ و محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی راہ ہے
حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ، حمزہؓ رضوان اللہ علیھم اجمعین اور ان کے
علاوہ تمام انبیاء کرام پر ایمان لانے والوں کی راہ ہے جنہوں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ
کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ خداوند قدوس کی رضا جوئی کے لیے مصائب
برداشت کیے اور خود عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

"غیر المغضوب علیہم ولا الضالین"۔ یہ منعم علیہم کی ہی دو
صفتیں ہیں کہ انعام پانے والوں سے ہماری مراد وہ لوگ نہیں جو بظاہر دنیوی شان
شوکت اور نمائشی جاہ وجلال تو رکھتے ہیں مگر انجام کار اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جبر
غضب کے مستحق ہوتے ہیں اور فوز وفلاح سے محروم رہتے ہیں بلکہ انعام سے مراد
ہماری حقیقی اور پائیدار انعامات ہیں جو ایمان وعمل صالح کے نتیجہ میں ملتے ہیں وہ
عارضی ونمائشی انعامات جو قبل ازیں ابوجہل، ابولہب، فرعون ونمرود اور قارون کو ملے
تھے اور آج بھی بڑے بڑے ظالموں، بدکاروں اور گنہگاروں کو ملے ہوئے ہیں ہمارا
مطلوب نہیں ہیں۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مغضوب علیہم سے
مراد فساق وفجار اور مفسد فی الارض بدعمل لوگ ہیں جن کے پاداش عمل سے دنیا
میں بھی غضب الٰہی برستا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اور ضالین سے مراد بدعقیدہ اور
نفاق وشقاق اور حسد وبغض کی قلبی بیماریوں میں مبتلا لوگ ہیں جن کی راہ سے بچاؤ کی
تدبیر کی گئی ہے۔

آمین!

آمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے لیکن
یہ جزو قرآن نہیں اس لیے قرآن میں اس کی کتابت نہیں کی گئی اکثر نے اس کا معنی
اللھم استجب لنا۔ یعنی "یا اللہ قبول کر" سے کیا ہے صحیح مسلم میں ابوموسیٰؓ نے مرفوعاً
ذکر کیا ہے کہ اذاقال۔ یعنی الامام۔ ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ۔

جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا یہ سورۃ دعاء
ہی ہے اس میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ دعا کا طریقہ کیا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف
کرنی چاہیے بعد میں اپنی حاجت پیش کرے۔ چھوٹتے ہی مانگنے لگ جانا آداب دعا
کے منافی ہے۔

(۲۱۷) مستشرقین کے قرآن وحدیث پر اعتراضات!

(ا) کہ اگر دین کی بنیاد صرف قرآن نہ ہو بلکہ حدیث بھی ہو تو قرآن کامل نہ
ہوا؟

(ج) دین کے دو بازو ہیں۔ کتاب اور سنت۔ آج بعض لوگ سنت پر اشتباہ
کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شکوک کی بنیاد صرف دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ
اگر دین کی بنیاد صرف قرآن نہ ہو بلکہ حدیث بھی ہو۔ تو قرآن کامل نہ ہوا۔
جواب یہ ہے کہ اس سے قرآن کے کامل ہونے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا
حافظ ابن عبدالبر نے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے ذکر کیا ہے
فرماتے ہیں۔ قرآن "تبیانا کل شی" اس معنی میں ہے کہ جو قوانین تہذیب نفوس
اور تہذیب بشری سے تعلق رکھتے ہیں وہ سب اسی میں موجود ہیں یعنی اپنے موضوع
کے اعتبار سے اس میں سب کچھ ہے۔ اور قرآن کامل ہے کلیات کے اعتبار سے۔ اور
کلیات دین اس میں پورے کے پورے موجود ہیں لیکن کلیات کی تشریح کی ضرورت
ہوتی ہے۔ حدیث کو چھوڑو۔ خود قرآن کا لفظ لغت کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح قواعد
عربیہ کی بھی احتیاج ہے۔ لیکن یہ احتیاج قرآن کی احتیاج نہیں بلکہ ہماری اپنی

احتیاج ہے ایسے ہی قرآن کی تشریحات وتوضیحات میں ہم صاحب قرآن کے محتاج ہیں۔

(۲) دوسرا اعتراض کہ اگر حدیث دین کا ماخذ ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی زندگی میں حدیث کا ایک جزو بھی دے جاتے؟

(ج)۱۔ جواب یہ ہے۔ اگر حدیث متفرق اجزاء میں ہونے کی وجہ سے حجت نہیں تو قرآن بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں متفرق اجزاء میں تھا ایک مجموعہ کی حیثیت سے نہ تھا۔ کچھ کھجور کی چھالوں پر اور ہڈیوں۔ چمڑوں اور کپڑوں پر لکھا ہوا تھا۔ ایک مصحف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمع کیا۔ لیکن حفاظ کے سینوں میں مرتب موجود تھا۔ اسی طرح حدیث بھی صحابہ کرامؓ کے سینوں میں اور مختلف اجزاء میں موجود تھی۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔

(ج)۲۔ دوسرا جواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وفات پانے کے وقت فرمایا ترکت فیکم امرین لن تضلوا ابدا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی۔ کہ میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت یہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دو چیزیں امت کو دے کر گئے تھے۔

حدیث کسے کہتے ہیں؟!

اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض انبیاء کو کتاب ملی۔ بعض پر بغیر کتاب کے نبوت کی وحی اتری۔ اسی وحی کا نام حدیث ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ اور ہودؑ وغیرہ لیکن

اس وحی کے انکار پر قوم نوح اور قوم ہود پر عذاب آیا اسی طرح موسیٰ کو تورات فرعون کے غرق ہونے کے بعد ملی اگر کتاب کے علاوہ پیغمبر کی وحی ماخذ دین نہیں تو فرعون نے کس کتاب کے دین ہونے کا انکار کیا تھا۔ اور اس وحی کا کیا نام تھا۔ جو تورات کے علاوہ موسیٰ پر اتری۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شریعت اور دین ایک اہم فن ہے۔ ہر فن کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں اور شریعت بھی اپنی خاص اصطلاحات رکھتی ہے ان اصطلاحات کی تشریح وتوضیح شارع کرتا ہے نہ کہ لغت۔ لغت میں حج۔ صوم۔ صلوۃ۔ زکوۃ کا جو معنی ہے شریعت میں ان کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے اور اس کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے عمل سے فرمائی۔ اور قرآن پاک نے مومنین کو اس نمونہ عمل کے اپنانے کی تلقین فرمائی۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔ (سورۃ نحل آیت ۴۴) اور (اے نبی ﷺ) یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے اسکی تعلیم کو واضح کر دو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سپرد یہ خدمت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآنی احکام وہدایات کی توضیح وتشریح فرمائیں۔ ایک موٹی سی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ ہی سکتا ہے کہ کسی بات کی توضیح وتشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد بھی کچھ کہتا ہے۔ تا کہ سننے والا کتاب کا مطلب

پوری طرح سمجھ جائے۔ اگر کوئی بات کسی عملی مسئلہ کے متعلق ہو۔ تو شارح عملی مظاہرہ کر کے بتاتا ہے یہی چیز حدیث اور سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہلاتی ہے۔

(۴۱۸) کیا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کوئی بات کتاب اللہ کے بغیر حجت نہیں؟

(۱) قرآن پاک نے انبیاء سابقین مثلاً نوحؑ اور ھودؑ۔ اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کیے ہیں۔ وہ سب ان انبیاء کی احادیث ہیں۔ ورنہ ان انبیاء پر کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی اور ان قوموں نے ان کی کسی کتاب کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ کتاب کے بغیر جو احکام ان کو دیے گئے ان کا انکار کرنے پر عذاب الٰہی کا نزول ہوا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جن انبیاء کی نبوت محدود اور غیر اکمل تھی وہ ایک خاص قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ان کی باتیں اور احکام تو کتاب کے بغیر حجت تھے۔ اور ان کے انکار پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پوری دنیا کے لیے بشیر ونذیر تھے۔ جن کی شریعت اکمل ترین شریعت ہے جو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں ان کی کوئی بات کتاب اللہ کے بغیر حجت نہیں موسیٰؑ کو تورات فرعون کے غرق ہونے کے بعد ملی اور فرعون اس لیے کافر ہوا تھا کہ اس نے موسیٰ اور ہارون کی اس وحی کا انکار کیا تھا جو تورات کے علاوہ تھی۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگر کتاب اللہ کے علاوہ کوئی حکم دیں تو موجب اطاعت نہیں؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فلا و ربک

لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہونگے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ تو کرے اس کی طرف سے اپنے دل میں کوئی تنگی تک محسوس نہ کریں، بلکہ اسے بسرو چشم قبول کرلیں۔ اب فرض کرو ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے دعوی دائر کرتا ہے۔ کہ میری زمین پر فلاں نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ دوسرا کہتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ غلط کہتا ہے۔ زمین اس کی نہیں میری ہے۔ دونوں اپنا اپنا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کیا اب خدا کا پیغمبر یہ فیصلہ کرے گا کہ اللہ کا حکم ہے کسی کا ناحق مال نہ کھاؤ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ جاؤ اس کے مطابق خود جا کر فیصلہ کرلو بس تمہارا یہی فیصلہ ہے۔ کم عقل سے کم عقل آدمی بھی جانتا ہے۔ کہ یہ فیصلہ کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ آیت کے علاوہ کچھ اور بھی فرمائیں گے کہ یہ غلط کہتا ہے اور وہ سچا ہے۔ زمین اس کو دے دو۔ اب یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اپنے ہیں قرآن کی آیت نہیں اب اس کو جو شخص دل اور عمل سے بخوشی قبول نہ کرے قرآن کہتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ اس کو حدیث کہا جاتا ہے۔

(۳) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے نبی (صلی

اللہ علیہ والہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو پیشوا مقرر کر رہا ہے اور ان کی پیروی کا حکم دے رہا ہے، اس میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ اللہ کا محب بننا اور اس کا محبوب بننا یہ دونوں موقوف ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع پر اور اتباع قول وفعل کی پیروی کا نام ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول وفعل کی پیروی کے بغیر خدا کا محب یا محبوب ہونے کا مدعی ہے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے اپنی محبت کا معیار اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول وفعل کی پیروی کو قرار دیا ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول وفعل کو ماخذ دین قرار دیا ہے یا کہ نہیں۔

(۴) یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر ۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹا دو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف اگر ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ اس آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمان

حاکموں کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم میں اور اولاامر میں باہم اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف لوٹا دو۔ ظاہر ہے کہ اگر مرجع صرف اللہ ہوتا تو صراحت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر محض بے معنی ہوتا۔ پھر اگر اللہ کی طرف رجوع کرنے سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ عہد رسالت میں خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف اور اس عہد کے بعد سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اولوالامر میں شامل نہیں بلکہ ان سے الگ اور بالاتر ہیں۔ اور ان کا درجہ اولوالامر سے مقدم اور خدا کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ اور نیز یہ کہ اولوالامر سے نزاع ہو سکتی ہے مگر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم علی الاطلاق واجب تسلیم ہے جو شخص رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس درجہ کو نہیں مانتا وہ قرآن کے حکم کا منکر ہے۔

(۳۱۹) تدوینِ حدیث!

یہ کہنا غلط ہے کہ احادیث دوسو سال بعد لکھی گئیں!

حفاظت حدیث کا معاملہ بعینہ حفاظت قرآن کی طرح رہا ہے اور جن قدسی صفات ہستیوں سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا کام لیا ہے۔ حفاظت حدیث کا کام

بھی انہی کے ہاتھوں انجام پایا ہے۔ قرآن پہلے محفوظ فی الصدور اور مکتوب فی السطور تھا۔ لیکن یک جا نہ تھا۔ اس کے متفرق اجزاء تھے پھر عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں یکجا کیا گیا اور پھر شکل مصحف میں جمع ہوا جیسے اب ہمارے یہاں ہے۔

حدیث صحیح مسلم!

بعینہ یہی طریقہ حدیث کا رہا صحیح مسلم میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھا کرو۔ اور جس نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے اور فرمایا'' وحدثوا عنی ولا حرج'' لیکن مجھ سے حدیث بیان کیا کرو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یاد رکھو جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے گا۔

اعتراض (کتابت حدیث سے منع کیا گیا!

ج: اس حدیث میں دو حکم ہیں ایک یہ کہ قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو۔ اور دوسرا یہ کہ مجھ سے حدیث بیان کرو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حکم تو بالکل واضح ہے۔ کہ حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن کتابت حدیث سے منع فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی مسودہ پر کتابت حدیث نہ کرو۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں یہی تشریح کی ہے۔ ارباب ہدایت سب چیزوں کو سامنے رکھ بات کرتے ہیں اور ارباب ضلالت اپنے مطلب کی چیز لے اڑتے ہیں۔ اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ اسی حدیث میں'' حدثوا عنی ولا حرج '' کا جملہ موجود ہے جو ثبوت حدیث

دلالت کرتا ہے۔

تصدیق!

(۱) اس کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب ایک بہت بڑا تاریخی خطبہ دیا۔ تو یمن کا ایک شخص ابوشاہ نامی نے اٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ۔ کہ ابوشاہ کو لکھ دو۔

(۲) امام بخاری نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ انصاریؓ کے پاس صحیفہ تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث لکھی ہوئی تھیں اور سعد کا بیٹا اس صحیفہ سے روایت بیان کیا کرتا تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ صحیفہ عبداللہ ابن ابی اوفی صحابی کا تھا جو اپنے ہاتھ سے حدیثیں لکھتا تھا اور لوگ اس صحیفہ سے اس کے پاس حدیثیں پڑھتے تھے۔

(۳) اور سمرہؓ بن جندب صحابی نے ایک بہت بڑے نسخے میں بہت سی حدیثیں لکھ کر جمع کر رکھی تھیں۔ وہ صحیفہ سمرہؓ کے بیٹے کے پاس تھا۔ جس سے وہ حدیثیں بیان کیا کرتا تھا اس صحیفہ کے متعلق ابن سیرین تابعی نے فرمایا تھا۔ فی رسالہ سمرۃ الی نبیہ علم کثیر۔ کہ سمرہؓ کے صحیفہ میں بہت علم ہے۔

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میرے پاس قرآن کے علاوہ

سوائے ان لکھی ہوئی احادیث اور فہم کے جو اللہ نے مجھے دیا ہے اور یاد کی ہے۔

(۵) حافظ ذہبی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ابوبکرؓ نے پانچ سو احادیث کو جمع کیا اور لکھا۔

(۶) موسیٰ بن عقبہ کے معاذی میں ہے کہ ہمارے پاس کریب نے عبداللہ بن عباسؓ کی لکھی ہوئی احادیث اتنی رکھیں جو ایک اونٹ کا بوجھ تھیں۔

(۷) اس فہرست میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خادم خاص اور صحابہ میں معمر ترین بزرگ حضرت انسؓ بھی ہیں۔ ان کی حدیثوں کی تعداد ایک ہزار دو سو چھیاسی ہے دارمی میں ان سے منقول ہے کہ وہ اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے۔

میرے بیٹو! اس علم حدیث کو قلمبند کر لیا کرو۔

(۸) مستدرک حاکم میں سعید بن ہلال کا بیان ہے۔ ہم جب حضرت انسؓ سے زیادہ احادیث کے بارہ میں پوچھ کچھ کرتے تو وہ اپنے گھر سے ایک تھیلا نکالتے اور فرماتے یہ ہیں وہ حدیثیں جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے میں نے سنیں اور ان کو لکھا اور لکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پیش کر چکا ہوں۔

(۹) اور دارمی جو حدیث کی مستند کتاب ہے اس میں ہے حضرت ابوہریرہؓ کے مشہور ترین شاگرد بشیر بن نہیک نے ایک نسخہ ان کی حدیثوں کا تیار کر کے

خود ان کو پڑھ کر سنایا۔ فرماتے ہیں جو حدیثیں میں حضرت ابوہریرہؓ سے سنا کرتا تھا انہیں لکھ لیا کرتا تھا۔ جب میرا ارادہ ان سے الگ ہونے کا ہوا تو ان کی حدیثوں کو میں نے ان کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ اور آخر میں کہا کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جو آپؓ سے میں نے سنی ہیں بولے۔ ''ہاں''

(۱۰) اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز روایت ''صحیفہ ابوہریرۃ'' کی ہے جسے ان کے شاگرد ہمام بن منبہ نے روایت کیا ہے اور بعد میں صحیفہ ہمام کے نام سے مشہور ہوا یہ صحیفہ ۴۰ھ کے بعد اور ۵۷ھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ جو ''الصحیفہ الصحیحۃ'' کے نام سے مشہور ہے اور اس صحیفہ ہمام کا مخطوطہ اب بھی دمشق اور برلن کی لائبریریوں میں بلفظہ موجود ہے جو موجودہ زمانہ کے مشہور عالم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے خود دیکھا ہے جس کی احادیث کی تعداد ایک سو اڑتیس ہے۔ اور یہی احادیث مسند احمد میں اور بہت سی بخاری میں بھی موجود ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کے لیے ایک عظیم انکشاف ہے۔

(۱۱) الصحیفہ الصادقہ!

اور نمبر مشہور ترین صحیفہ جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ ''الصحیفۃ الصادقہ'' تھا۔ جسے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے جمع کیا تھا۔ اور اس میں ایک ہزار احادیث تھیں۔ انہی عبداللہ بن عمرو کا واقعہ ہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنوں لکھ لیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

"ہاں" پھر پوچھا۔ غصے اور رضا دونوں حالتوں میں۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں کوئی بات دین میں ناحق نہیں کہتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ میری زبان سے جو نکلتا ہے حق ہوتا ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہؓ کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں تھیں سوائے عبداللہؓ بن عمرو کے۔ اس لیے کہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اجازت سے احادیث لکھی گئی تھیں۔ نہی کا تعلق صرف اس سے تھا کہ قرآنی مسودہ کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے۔ لیکن جن کو "لا تقربوا الصلوۃ" سے غرض ہے وہ "اقیموا الصلوۃ" کیوں پڑھیں گے۔

تابعین حضرات کا دور!

اس کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں ان کے پاس بھی لکھی ہوئی احادیث کے مجموعے موجود تھے۔

(۱) سعید بن جبیر جو کبار تابعین سے ہیں فرماتے ہیں میں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے احادیث سنتا اور لکھ لیتا تھا۔

(۲) شعبی فرماتے تھے۔ جب تم مجھ سے کوئی چیز سنو تو لکھ لیا کرو۔ اور جب وہ ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے تو ان کے پاس ایک کتاب پائی گئی جس میں فرائض اور مباحات کی احادیث تھیں۔

(۳) مجاہد بن جبر مکی اپنے مکان کی چھت پر بیٹھ کر اپنی کتاب سے لوگوں کو احادیث لکھاتے تھے عطاء بن ابی رباح خود بھی احادیث لکھتے اور شاگردوں کو بھی لکھنے کی اجازت فرماتے۔ حضرت قتادہؒ لوگوں کو لکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں امام زہری خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا حدیث لکھنے کا اہتمام محتاج بیان نہیں، امام زہری کے استاد امام مالک کا موطا آج تک موجود ہے یہ کتابت کا ایسا سلسلہ تھا جس میں کسی زمانہ میں بھی کوئی خلا واقع نہیں ہوا اس لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ احادیث دوسو ۲۰۰ سال بعد لکھی گئیں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے ایسے بے شمار واقعات اور بھی موجود ہیں۔ جنہیں ہم طوالت کے خوف سے حذف کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ احادیث کی کتابت کا سلسلہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ ہی سے شروع ہو کر صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین جاری وساری ہے کسی زمانہ میں خلا واقع نہیں ہوا۔

(۴۲۰) یہ منشی کہاں سے نکل آیا!

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں پیار و محبت میں رہتے ہیں۔

یہاں اللہ اپنے یار کا نام تو صرف اتنا لے رہا ہے کہ (محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) مگر اپنے یار کے یاروں (صحابہ کرامؓ) کی تعریف میں سارا رکوع

ذکر کر دیا۔

تو اپنے یار کے یاروں کا ذکر کرتے کرتے خدا کا تو پیٹ ہی سیر نہیں ہوتا یہ ملشی (مودودی صاحب) کہاں سے نکل آیا؟

نوٹ: یہ واقعہ حضرت افغانی نے درس قرآن کے دوران بیان فرمایا۔ تو درس میں جماعت اسلامی کے خاص متعلقین پروفیسر صاحبان بھی شریک ہوتے تھے وہ اس بیان سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے جماعت اسلامی کو چھوڑ دیا اور حضرت جیؒ سے بیعت بھی کر لی۔

(۴۲۱) محمد میاں صاحب مدظلہ سینئر ترین جج!

آپ بزرگ صفت اور فہم وتدبر کے مالک ہیں اور علماء دیوبند و اکابر دیوبند سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ آپ جماعت اسلامی کے اکابر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کو جماعت اسلامی کی طرف سے قومی اسمبلی کی نشست پر ٹکٹ بھی دیا گیا وغیرہ۔

ایک مرتبہ آپ میرے ہاں دکان پر ادویات خریدنے کے لیے تشریف لائے میں نے آپ کو حضرت جیؒ کا (رشوت کی سزا) کا بیان سنایا جو اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۱۵۷،۲۰۲ پر درج ہے۔ تو آپ نے جواباً تین باتیں فرمائیں۔

(۱) مولوی صاحب! یہ بیان سُن کر مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ہم اپنے جماعتی زعم و تکبر میں رہے اور اس ہستی کا درس قرآن نہ سنا۔ اور یہ ہستی بہاول پور میں رہی بھی دس سال۔ اسے میں اپنی بدقسمتی سمجھتا ہوں۔

(۲) آپ نے فرمایا کہ اس مضمون پر کتابوں سے الماریاں بھری پڑی ہیں مگر آپ نے جو دو سطروں میں مسئلہ حل کیا ہے وہ ان کتب میں نہیں۔

(۳) آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ سوال کرتے ہونگے اور آپ الماری میں سے کتاب اٹھا کر تمہارے سامنے رکھ دیتے ہونگے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کا علم مستحضر تھا یعنی بیان اتنا پختہ ہوتا ہوگا جیسے کتاب سامنے کھلی پڑی ہو۔

(۴۲۲) قرضہ وصول کرنا!

ومنهم من ان تامنه بدينار لايوده اليك الامادمت عليه قائما۔

ترجمہ: اور بعضے ان (یہود) میں سے وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھے تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا۔

(اس کے سر پر کھڑا) ہونے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی سے اگر کوئی قرضہ لینا ہو تو اس سے ہر وقت قرضہ وصول کرنے کا تقاضہ کرتا رہے۔ ورنہ دشواری ہوگی۔

(۴۲۳) دس اہم دن اور دس اہم راتیں!

ذوالحجہ کے پہلے دس دن اور رمضان شریف کی آخری دس راتیں۔ دنیا میں ان سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں۔

(یعنی ان دنوں اور ان راتوں میں خوب عبادت کرنی چاہیے)۔

نکات

بر تقلید

حضرات آئمہ مجتہدینؒ

عرض حال

قارئین کرام! سابق امیر جماعت اہلحدیث (غیر مقلد) بہاول پور پروفیسر حافظ محمد عبداللہ صاحب مرحوم نے حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا اور اپنی کتاب (رسائل بہاول پوری) میں حضرت افغانی کا ذکر اخلاق سے انتہائی گرے ہوئے الفاظ میں کیا ہے۔

(۱) جن کے جواب میں جناب پروفیسر حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے بڑا تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

(۲) نیز حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ نے بھی خوب تفصیلی بیان لکھا ہے۔

(۳) اور چونکہ بندہ ان واقعات کے چشم دید گواہ ہونے کی حیثیت رکھتا ہے تو بندہ نے بھی ان واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے۔ تاکہ حقیقت سامنے آئے۔

مذکورہ بالا سب چیزیں انشاء اللہ (ضرورت تقلید) نامی کتاب میں عنقریب شائع ہوں گی۔

اس موقع پر حضرت جیؒ نے ہمارے اصرار پر سات دروس ضرورتِ تقلید پر بیان فرمائے تھے جو عام فہم نکات سے پُر ہیں۔ وقت کے تقاضے کے مطابق بندہ نے ان دروس کو (نکاتِ افغانی) میں بھی شامل کر دیا ہے۔

بندہ عبدالغنی عفا اللہ عنہ

۹ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس نمبر ۱

۲۸، نومبر ۱۹۶۹ء جمعہ عنوان: شخصی تقلید پر بحث

یبنی اسرائیل اذکر وا نعمتی التی----تکتمون الحق وانتم تعلمون.

تقویٰ کا بیان گزر چکا۔ اب خشوع پر بیان ہو گا۔ الأ علی الخشعین. خشوع قرآن میں اکثر جگہ بیان ہوا ہے۔

o اب خشوع کی تعریف کرتا ہوں۔ اس کا اصلی معنی ہے سکون۔ اس کے مدمقابل ہے حرکت۔ یہ لغوی معنی ہیں۔ اب اصطلاحی معنی بتلاتا ہوں۔ اصطلاحی سے مراد ہے کہ قرآن وحدیث نے کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "مومن اپنی مرضی کو اس حرکت سے بندش کرے جس کو اللہ نے منع فرمایا ہے"

o ایک عام خشوع ہے وہ یہ ہے کہ عام عبادات میں خدا تعالیٰ کے

سامنے عاجزی کرنا۔ اور دوسرا خشوع خاص ہے جو خاص طور پر نماز میں کیا جاتا ہے۔

تو خشوع کی دو قسمیں ہو گئیں۔ عام اور خاص۔ عام یہ ہے کہ بندہ رب العزۃ کے سامنے بندہ (غلام) کی حیثیت سے جھکا رہے۔ باادب رہے۔

خشوع عام کے تحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات مانے جائیں۔ اور حضرت محمد ﷺ کے سامنے خشوع عام یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا جائے۔ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے خشوع عام یہ ہے کہ ان حضراتؓ کو حق سمجھو۔ اور باقی رہی تقلید ائمہ کرامؒ تو ائمہ مجتہدین کے سامنے خشوع عام یہ ہے کہ ان کو ان کے مقام پر رکھا جائے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد ائمہ مجتہدین کا مقام ہے دل سے اُن کا احترام کیا جائے اور اُن کے اجتہادی مسائل کو تسلیم کیا جائے۔

شرکا، درس میں سے کسی نے تحریر کر کے بھیجا ہے کہ تقلید شخصی پر کچھ بیان کیا جائے۔ تو حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ یہ چاروں ائمہ عظیم شخصیتیں گزری ہیں۔ علم و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان حضرات نے اجتہاد کیا۔ اسے قیاس بھی کہتے ہیں۔ دنیا میں ان چار حضرات کرامؒ کے مقلد ہیں۔

o اب دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ائمہ کرام کی پیروی سے آزاد ہو کر آزادانہ طور پر قرآن وحدیث سے جو مسئلہ سمجھ میں آئے اس پر عمل کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ حضرات ائمہ کرام کی تقلید کی جائے۔

o تقلید کا معنی یہ کہ مجتہد کے قول پر عمل کیا جائے چاہے اس کے صحیح ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے معلوم بھی نہ ہو۔ ہم جب مقلد ہیں تو ہم ان کی بات پر عمل کریں گے چاہے ہمیں دلائل معلوم نہ ہوں۔ یہ تقلید شخصی۔

o اب ایک چیز دھوکہ دینے کیلئے بعض لوگوں کی طرف سے مشہور کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ (بغیر دلیل کے مجتہد کی بات مانی جاتی ہے) یہ غلط بات ہے۔ دلیل تو موجود ہے مگر اس کے علم کی ضرورت ہے ۔ اور عوام کو اتنا علم نہیں کہ اس دلیل کو حاصل کر سکے۔ مطلب یہ کہ عوام میں اتنی علمی استعداد نہیں۔ سنو! میاں تقلید کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

o دیکھو ملک کی پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس کیا جاتا ہے تو پارلیمنٹ میں ممبران کو اس قانون کے دلائل کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ مگر عوام کیلئے ضروری نہیں۔ اگر ۱۲ کروڑ عوام کو دلائل بتلائے جائیں تو پوری زندگی گزر جائے گی مگر دلائل کسی کو معلوم نہ ہونگے۔ تو تمہیں اس قانون کو لازماً ماننا پڑے گا اور مانا جاتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ۷ لاکھ ستر ہزار مسائل اجتہاد کے ذریعے حل فرمائے ہیں ان کی دلیلیں کون حاصل کر سکتا ہے۔ تو یہ کہنا غلط ہے کہ دلیل کے بغیر ان کی بات مانی جاتی ہے۔ بلکہ دلیل موجود ہے مگر عوام میں اس کے حصول کی علمی صلاحیت نہیں۔

o کیا کوئی ڈاکٹر جب مریض کیلئے کوئی نسخہ تجویز کر دے تو تم اس سے اس نسخے کی دلیل پوچھ سکتے ہو۔ اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت امام اعظمؒ نے ۷ لاکھ ۷۰ ہزار مسائل جو حل فرمائے ہیں اگر آپ حضرت امام صاحبؒ کی

تقلید نہیں کرنا چاہتے، جب تمہیں زندگی میں ان مسائل سے واسطہ پڑے گا تو ان کا حل کیسے کرو گے؟ میاں! تقلید کے بغیر گاڑی نہیں چل سکتی۔

حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں اکثریت ان کی مقلد ہو گی آپؒ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ہے اور آپؒ مکہ و مدینہ شریفین اور کوفہ و بصرہ کے علاوہ کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اور نہ ہی اس وقت کوئی ریڈیو اور ٹیلیویژن تھا۔ یعنی ذرائع مواصلات انتہائی محدود تھے بلکہ نہ ہونے کی حد تک تھے۔ مگر اس وقت ۱۲ سو سال گزر جانے کے بعد بھی حضرت امام اعظمؒ کا چرچا آسمانوں تک ہے اور امت محمدیہ کی دو تہائی ان کی مقلد ہے اور باقی حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔

o دیکھو جتنے حضرات محدثین کرام گزرے ہیں وہ سب کے سب ان چاروں میں سے کسی کے مقلد گزرے ہیں۔ یہاں تک کہ (غیر مقلد) اہلحدیث جس کتاب سے حدیث لیتے ہیں وہ کتابیں مقلد حضرات کی ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ حضرت امام ابو حفص کبیرؒ کے پاس تشریف لے گئے کسی نے آکر مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک بچہ اور بچی ایک ساتھ بکری کے تھنوں سے دودھ پی لیں تو کیا ان کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے؟ حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت امام ابو حفص کبیرؒ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ پابندی جانوروں کے دودھ کی شراکت میں نہیں۔ اسی واقعہ سے لوگ کچھ حضرت امام بخاریؒ سے متنفر ہوئے جس سے حضرت امام بخاریؒ کو رنجش ہوئی۔ اسی وجہ سے آپؒ نے حنفی مسلک کی حدیثیں ذکر نہیں کیں۔ اور جزاً

رفع الدین اور جز القرات کتاب لکھدی جہاں تک حضرت امام بخاریؒ کے مقام کا تعلق ہے تو لاکھوں علماء آپؒ کے پاؤں کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے لیکن واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امام بخاریؒ حضرت امام حمیدیؒ کے شاگرد ہیں اور یہ حضرت امام حمیدیؒ حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں اور حنیفہ کہتے ہیں کہ یہ امام حمیدیؒ حنفی تھے کیونکہ ان کے تین استاد حنفی ہیں۔

بخاری شریف میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو تین راویوں سے لی گئی ہیں وہ ثلاثیات کہلاتی ہیں۔ ایسی روایات کل ۲۲ ہیں ان میں سے ۲۰ حنفیوں سے پڑھی گئی ہیں۔ حضرت امام ابوداؤدؒ حنبلی المسلک تھے۔ حضرت امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ یہ شافعی مسلک رکھتے تھے۔ اور حضرت امام طحاویؒ اور امام محمدؒ یہ حنفی مسلک رکھتے تھے۔ موطا امام مالکؒ یہ خود حضرت امام مالکؒ کی ہے۔ تو ابوداؤد شریف نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف موطا امام محمد وغیرہ یہ سب مقلد حضرات کی ہیں۔ نیل الاوطار، منتقی الاخبار کی شرح ہے اور یہ منتقی حضرت امام ابن تیمیہؒ کے دادا کی تالیف ہے، جو حنبلی تھے۔ تو جن حضرات کی کتابوں سے حدیثیں لیتے ہو وہ سب مقلد تھے۔

o دوسرا گروہ مفسرین کرامؒ کا ہے وہ بھی سب حضراتؒ مقلد گزرے ہیں مثلاً امام طبریؒ، امام ابن کثیر امام بیضاوی یہ شافعی تھے اور صاحب کشاف وغیرہ حنفی مسلک رکھتے تھے۔ صرف ایک تفسیر ہے نواب صدیق حسنؒ خان کی وہ خلاصہ ہے۔ وہ بھی مقلد ہیں۔

o تیسرا گروہ اولیاء کرامؒ کا ہے وہ سب مقلد گزرے ہیں۔ میں چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ کوئی بزرگ مقلد نہ ہو تو ثابت کرو۔ حضرت پیران پیر

عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مسلک رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخیؒ، خواجہ بانیرید بسطامیؒ، فضیل بن عیاضؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور اُن کے سلسلہ کے خلفاء، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وغیرہ ہم سب حنفی تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اور میں اتفاق سے ایک مرتبہ دورانِ سفر اکٹھے ہوئے۔ مولانا مجھے فرمانے لگے کہ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر بھی مقلد بنے پھرتے ہیں؟ میں نے کہا مولانا! بخاری شریف کی پہلی حدیث حمیدی کی جانب سے ہے اور حدیث کو اس وقت مانا جائے گا جب یہ معلوم ہو گا کہ یہ راوی ثقہ ہیں۔ تو شمس الدینؒ ذہبی لکھتے ہیں کہ حمیدیؒ ثقہ راوی ہیں اور یہ حمیدیؒ حضرت امام احمد کے شاگرد تھے۔ تو میں نے کہا مولانا جب حدیثیں تم مقلدوں سے لیکر بیان کرتے ہو تو خود تقلید کیوں نہیں کرتے؟ خیر مولانا صاحب خاموش ہو گئے۔ سنو! بھائی صرف رفع یدین یا آمین بالجہر سے کام نہیں بنتا کچھ علم کی کتابیں لکھ کر دکھاؤ پھر مانیں گے۔ صرف ایک تفسیر ان کی طرف سے لکھی گئی ہے مگر وہ بھی مقلد حضرات کے شاگرد تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درس نمبر ۲

۳۰، نومبر ۱۹۶۹ء اتوار — عنوان: تقلید کی ضرورت

یبنی اسرائیل اذکر وا نعمتی التی----تکتمون الحق وانتم تعلمون.

خشوع کے سلسلے میں تقلید کی بحث چلی تھی۔ اللہ و رسول کریم ﷺ حضرات صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے سامنے عاجزی سے پیش آنا یہ خشوع ہے۔

تقلید پر لمبی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ دیکھو! حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اگر تقلید کی ضرورت تھی تو آج لاکھ گنا زیادہ ضرورت ہے۔ اگر بزرگانِ دین کی اتباع سے عقل کو آزاد کیا تو ملحد ہونا ممکن ہے۔

مولانا محمد حسینؒ بٹالوی (یہ غیر مقلد اہلحدیث تھے) اشاعت السنۃ میں لکھتے ہیں کہ مجھے ۲۵ سال کا تجربہ ہے کہ جو آدمی اجتہاد کے مقام کو نہ پہنچا ہوا ہو

اور اہلحدیث بنے تو وہ انجام کار نیچری ہو گا۔ مثلاً سر سید احمد خاں پہلے حنفی تھا اس کے بعد اہلحدیث ہوا پھر اس کے بعد غیر مقلد ہوا بعد میں حدیث کا انکار کیا۔ عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن پرویزی سلسلے کا بانی ہے۔ غلام احمد قادیانی لعنت اللہ علیہ حنفی تھا مسلک کو چھوڑا تو مرتد ہوا۔

o تقلید کے سلسلے میں پانچ چیزیں بیان کرتا ہوں۔ کہ ان چار حضرات امامؒ صاحبان میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں ضروری ہے۔ عقلی و نقلی دونوں دلیلیں دونگا۔ تقلید کی ضرورت بھی بتلاؤں گا۔ آج کل تو اہلحدیث ہونا دو تین مسئلوں کا نام ہے مثلاً رفع یدین۔ ۸ رکعت تراویح۔ آمین بالجہر وغیرہ۔ مگر جب میراث وغیرہ کا مسئلہ آ جائے تو پھر کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کی فقہ دیکھو۔ ایک غیر مقلد عالم (اہلحدیث) دہلی میں حدیث پڑھاتے تھے۔ انہوں نے ہدایہ کتاب چھپا کر رکھی ہوئی تھی طلبا نے دیکھ لی۔ ان کے پوچھنے پر فرمایا کہ ان کے سوا کام نہیں چلتا۔ یہ فقہ حنفی کی کتاب ہے۔

o کچھ کام منصوص ہیں۔ یعنی جو قرآن و حدیث میں بیان کردہ ہیں اور کچھ مسکوت عنہا ہیں۔ یعنی کچھ کام ایسے ہیں کہ قرآن و حدیث نے انہیں نہیں بیان کیا۔ تو ان دونوں میں ہمیں تقلید کی ضرورت ہے۔ مثلاً چند آیات میں تعارض ہے تو ان کا فیصلہ کیسے کریں گے۔ تو ہم اماموںؒ کے محتاج ہیں کہ ان حضرات نے متعارضہ آیات کا کیا فیصلہ کیا ہے؟ تو اسی طرح متعارضہ احادیث پاک میں بھی ہم اماموںؒ کے محتاج ہیں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جو آیت یا حدیث دوسری آیت یا حدیث کے متعارض ہو تو پہلے تو تطبیق کی صورت نکالی جائے یعنے دونوں کا مطلب اس طرح نکالا جائے کہ دونوں

اپنی اپنی جگہ پر درست ہوں۔ اگر ایسا ناممکن ہو تو پھر دیکھا جائے کونسی پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی تو ناسخ منسوخ کا قانون جاری ہو گا۔ احادیث میں بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا تو پھر جو حدیث دوسری روایات سے مطابقت رکھتی ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔ دوسری حدیث کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ راوی کو مغالطہ ہوا ہے۔ صرف ایک ایک یا دو دو مثالیں دیتا ہوں۔

پہلا مسئلہ: وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين: فرمایا کہ جن کو روزہ کی طاقت ہو اور وہ نہ رکھے تو ایک مسکین کو فدیہ دیدے۔ لیکن چودہ سو سال سے طاقتور مسلمان روزہ رکھتے چلے آرہے ہیں روزہ رکھ سکنے کی صورت میں کوئی فدیہ نہیں دیتا۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه: فرمایا کہ جو تم میں سے رمضان شریف پالے تو وہ روزہ رکھے۔ یہ دو متعارضہ آیات ہیں۔ تو اب ہم ان حضرات ائمہ صاحبان کے محتاج ہیں کہ وہ کسی اصول کے تحت اس تعارض کو دور کریں۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت نقل ہے کہ ہجرت کے دوسرے برس روزہ فرض ہوا۔ اور فرض بھی گرمی کے موسم میں ہوا۔ اور اس سے پہلے کسی نے روزہ نہ رکھا تھا۔ یعنی روزہ کے عادی نہ تھے۔ تو اختیار دیا گیا کہ یا روزہ رکھو یا فدیہ دو۔ جب عادت پڑ گئی تو پھر یہ آیت آئی۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ان بزرگوں نے دوسرا مسئلہ بھی فرمایا کہ يطيقونه: یہ باب افعال ہے۔ دیکھو ان غیر مقلدوں (اہلحدیث) کو علم تو ہے نہیں اور اپنی کھوپڑی سے مسئلہ نکالتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے۔ ایک غیر مقلد امام

صاحب نماز کی امامت بل کر کر رہے تھے۔ اُن سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ من ام منكم فليخفف کہ جو تم میں سے امامت کرے وہ ہلکی کرے۔ اس امام صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ دیکھا ہوا تھا خود تو علم رکھتا نہیں تھا تو کاتب نے ہلکی کو بڑی یا سے (ہلکے) لکھا ہوا تھا۔ تو امام صاحب اپنی کم علمی کی وجہ سے ہلکے امامت کرا رہے تھے۔ یہ ہے علم اور اعتراض حضرات ائمہ صاحبان پر؟

تو وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين: کا ترجمہ کیا ہے کہ جو لوگ بے طاقت ہوں تو وہ فدیہ دیں۔ یہ لفظ باب افعال سے ہے جو سلب مادہ کیلئے بھی آتا ہے۔ یہ عربی لغت میں معنی ہے۔ تو یہ حکم کمزور کیلئے فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ میں اہلحدیث ہوں تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ سب احادیث پر عمل ہے یا کہ بعض پر؟ سب پر عمل کرنا تو ناممکن ہے اور بعض پر تو سب عمل کرتے ہیں۔ آپ بھی اور دوسرے بھی۔ تو پھر اب ان پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

دوسرا مسئلہ: اذان میں شہادۃ کے کلمے دو مرتبہ آہستہ اور دو مرتبہ اونچی آواز میں کہنا۔ اسے ترجیع کہتے ہیں۔ حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث پاک درست ہے کہ اس میں کلمہ شہادۃ چار مرتبہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ صرف ایک حدیث کو نہیں دیکھنا۔ یہ مسئلہ ہے کہ اذان کی تعلیم کیسے ہوئی۔

o حضور نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا کہ لوگوں کو پانچوں وقت نماز کے لئے کیسے بلایا جائے۔ بعض نے لکڑی بجانے کا مشورہ دیا اور بعض نے آگ جلانے کے متعلق کہا۔ اور بعض نے کہا کہ ناقوس بجایا

جاتے۔ بات طے نہ ہوئی اور مجلس برخاست ہو گئی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ

o حضرت عبداللہ بن زیدؓ جو ایک جلیل القدر صحابی تھے انہوں نے علی الصبح حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا ہے جو ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا یہ ناقوس بیچیں گے؟ اس نے پوچھا تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے بلایا جائے گا۔ تو اس شخص نے کہا کہ تجھے اس سے بہتر چیز نہ بتلادوں۔ میں نے کہا: بتائیے تو اس نے یہ کلمات (اذان والے) پڑھائے ہیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے خواب سنا تو فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے۔ تو حضرت بلالؓ کی آواز بلند تھی فرمایا کہ بلالؓ کو یاد کرا دو۔ تو جب حضرت بلالؓ نے اذان شروع کی تو اسے حضرت عمرؓ سن کر گھر سے دوڑتے ہوئے تشریف لائے تو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ یہ تو میں نے بھی خواب میں سنی ہے۔ تو اب میں کہتا ہوں کہ اذان کے مسائل ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے لیں گے صرف حضرت ابومحذورہؓ کی حدیث پاک کو نہیں مدنظر رکھا جائے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث پاک درست نہیں بلکہ اس حدیث پاک کی کئی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔

o حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبدربہ، حضرت بلالؓ، حضرت فاروق اعظمؓ اور صبح کی اذان کے مؤذن حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا) ان سب حضرات کی اذان میں ترجیع نہیں۔ یعنی کلمہ شہادت چار مرتبہ نہیں۔ اذان کے مسائل ان جلیل القدر صحابہ کرام سے لیں گے۔ ان سب حضرات کو ایک

نوجوان صحابیؓ کے عمل پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔

o حضرت ابومحذورہ کا ہمیں اصل واقعہ دیکھنا پڑے گا۔ واقعہ یوں ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی کے موقعہ پر راستے میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اذان دینے لگے تو کافروں کے بچے اکٹھے ہو کر تمسخر کے طور پر بلند آواز میں اذان کے کلمات دہراتے تھے۔ ان کو حضور نبی کریم ﷺ دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: انہیں لے آؤ۔ چنانچہ ہم آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم میں سے اونچی آواز والا کون تھا؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا۔ مجھے حکم دیا کہ اُٹھ اذان کہہ اس وقت میرے دل میں حضور ﷺ سے نفرت تھی۔ میں کھڑا ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ مجھے بتاتے رہے اور میں اذان کہتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے کچھ عطیہ دیا۔ میرے سر، چہرے اور سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعاء فرمائی۔ پھر تو میری نفرت جاتی رہی اور میرے دل میں حضور ﷺ کی محبت سرایت کر گئی۔ میں نے کہا: حضور ﷺ! مجھے مکہ شریف میں مؤذن مقرر کر دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔

o بعض علماء نے لکھا ہے چونکہ یاد کرانا تھا شاید اسی لئے ۴۔۴ مرتبہ دہرائے گئے ہوں۔ دیکھو حضرت امام ابن جوزیؒ جو حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ مکہ کافروں اور مشرکوں کا گڑھ تھا اس لئے ان مکہ والوں کو توحید پر پکا کرانا مقصود تھا۔ اس لئے عارضی طور پر یہ کلمات ۴۔۴ مرتبہ فرمائے گئے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس قول کی طرف صرف ایک نوجوان

صحابیؓ ہیں اور دوسری طرف ۳-۴ جلیل القدر صحابہ کرامؓ ہیں۔ یقیناً ان معمر اور بزرگ صحابہ کرامؓ کی بات مانی جائے گی۔ تو صحابہ کرامؓ نے بغیر ترجیح کے عمل کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ: آمین بالجہر: حضرت سفیان ثوری محدث ہیں حضرت امام اعظمؒ کے ہمعصر ہیں۔ حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ اذا قال امین لایرفع بها صوته: حضرت ابی شعبہ نے اوپر والی حدیث میں صرف یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ واخفض بها صوته: کہ آمین میں آواز کو پست فرماتے تھے۔ حضرت سفیانؒ نے خود فرمایا کہ تمام ایمانداروں کی احادیث میں یہ بادشاہ ہے۔

o دیکھو کہ شروع شروع میں دیہاتی لوگ آتے تھے تو انہیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ ولاالضالین کے بعد کیا کہا جائے؟ شاید اسی لئے شروع میں آمین بالجہر کیا گیا ہو اور بعد یہ عمل منسوخ کر دیا گیا تھا۔

o حضرت امام اعظمؒ نے جو توجیہ نکالی ہے وہ درست ہے۔ دیکھو (آمین) یہ دعا کی قبولیت کیلئے ہے۔ تو دعاء کا مسئلہ قرآن سے پوچھتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة: کہ اپنے رب تعالیٰ کو عاجزی اور پست آواز سے پکارو۔

حفظت من رسول اللہ سکتتین سکتة اذا قال اللہ اکبر (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے لئے) وسکتة اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین: (یعنی آمین کہنے کیلئے دوسرا سکتہ) حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث پاک ہے بخاری و مسلم شریفین میں اذا کبر الا مام فکبروا واذا قال

غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین:

یہ فقولوا آمین: اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ آمین بالجہر نہیں اگر جہری صورت ہوتی تو پھر اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہنے کی ضرورت نہ تھی آدمی آمین کو سن کر خود بخود آمین کہتا۔

o حضرت امام ابن جریرؒ یہ شافعی ہیں۔ اختلاف العلماء میں لکھتے ہیں۔ واکثر الصحابة الی الاخفاء فرمایا کہ اکثر صحابہ کرامؓ اخفاء کے قائل تھے۔

نواب صدیق حسن خاں اہلحدیث تھے مصنف تھے اللہ ان کو بخشے۔ ایک مرتبہ وہ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے ایک آدمی نے بہت زور سے آمین کہی اسے یہ لالچ تھی کہ یہ نواب ہیں خوش ہو کر کچھ انعام دیں گے۔ تو نماز سے فارغ ہو کر نوالصاحبؒ نے کہا کہ میاں زور سے یعنی اونچی آواز میں تو کہنے کو حدیث آئی ہے مگر تم نے تو بانگ دیدی۔ تو نوالصاحبؒ نے فرمایا کہ آئندہ ایسی حرکات سے مساجد کو پاک رکھو۔ دیکھو آمین بالجہر بھی ہے اور آمین بالسر بھی ہے مگر آمین بالشر نہیں۔ اس لئے آج کل ذاتی تعصب ہے دین کے تفقہ پر جھگڑا نہیں تم نے دنیاوی لالچ میں بہت اونچی آواز میں آمین کہی ہے۔

چوتھا مسئلہ: رفع یدین: حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھانا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ کون ہیں؟ یہ امام مالکؒ مسجد نبوی کے مدرس ہیں۔ آپؒ نے ان حضرات سے نماز سیکھی جنہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ سے سیکھی تھی۔ تو ان امام صاحبؒ نے فرمایا کہ رفع یدین ایک مرتبہ ہے تکبیر اولیٰ میں۔

o حضرت ابن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین والی

حدیثیں ہیں۔ یہ نوجوان راوی ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ جو رفع یدین کے قائل ہیں انہوں نے صرف ان دو کی روایت نقل کی ہے۔ ان دو صحابہ کرامؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے کم صحبت پائی ہے۔ پھر بھی ان کی روایت پر آگے وضاحت کروں گا۔

o اب ان نوجوان صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں بزرگ صحابہ کرامؓ کو دیکھنا ہوگا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے وضاحت سے قرآن پڑھنا ہو وہ عبداللہؓ ابن مسعود سے پڑھے۔ الفاظ ہیں۔ من اراد ان یقراء القران تصریحاً فلیقرأ من عبداللہ ابن مسعود: تو اب اس جلیل القدر معمر صحابیؓ سے پوچھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں الا اصلی لکم صلوۃ رسول اللہ فصلیٰ فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ عند تکبیر الا فتتاح. فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ مبارک اٹھاتے تھے۔ اب الحدیث کا کیا معنی؟ کہ معمر صحابیؓ کو اڑا دو! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کیا صحابہ میں سے ہیں۔ بارگاہ نبوی کے حاضر باش، حضور ﷺ کے خادم خاص اور سُنت کے سختی سے پابندی کرنے والے ہیں تو ظاہر ہے کہ اُن کی روایت راجح اور زیادہ وزن دار ہوگی۔

حضرت براءؓ ابن عازب فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ اذا کبّر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ ثم لا یعود: کہ حضور نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ مبارک اٹھاتے تھے۔ پھر اس عمل کو نہیں لوٹاتے تھے۔

o حضرات صحابہ کرامؓ میں عشرہ مبشرہ دین کا کھمن ہیں۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے ہیں۔ یہ علامہ عینیؒ نے شرح

بخاری میں لکھا ہے۔

o اب میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا عمل کیا تھا؟

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے روایت تو کی کہ رفع یدین فرماتے تھے۔ مگر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرت مجاہدؒ تابعی ہیں یہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں۔ صحبت ابن عمرؓ عشر سنین لم ار یرفع یدیہ الا فی تکبیر الافتتاح: کہ میں دس سال حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی صحبت میں رہا تو میں نے نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ روایت تو کی رفع یدین کی اور فعل و عمل نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ بعد میں رفع یدین کو ترک کر دیا گیا تھا۔ اب مالک بن حویرثؓ کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

o حضرت مالکؓ بن حویرث: یہ مدینہ شریف کے رہنے والے نہ تھے بلکہ باہر سے آئے تھے چند روز علم سیکھنے کیلئے مدینہ شریف آئے تھے۔ تو ممکن ہے کہ جب یہ تشریف لائے تھے علم دین سیکھنے کیلئے تو اس وقت حضور نبی کریم ﷺ رفع یدین فرماتے ہوں اور بعد میں ترک کر دیا ہو۔

o حضرت امام مالکؒ نے نماز تابعیؒ سے سیکھی اور تابعیؒ نے صحابیؓ سے اور صحابیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سیکھی۔ تو حضرت امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین نہیں۔

تو دیکھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا آخری عمل مبارک کیا ہے؟ وہ عمل بلا

رفع یدین ہے۔ رکوع سے جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اسی طرح سجدہ
میں جاتے وقت اور سجدہ سے اٹھتے وقت رفع یدین حدیث پاک سے ثابت
ہے تو اس وقت یہ اہلحدیث حضرات رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔ اگر رفع
یدین کرنی ہے تو پھر ان مواقع میں بھی کرو۔

فاتحہ خلف امام: باقی یہ مسئلہ رہ گیا کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ
پڑھے یا نہ پڑھے؟ امام اور منفرد نمازی میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس
بات میں ہے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

تو ابوداؤد اور ترمذی شریفین میں منقول ہے۔ قال سفیان هذا
لمن صلی وحده. یعنی حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا یہ منفرد
کیلئے ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو دس لاکھ حدیث پاک کے حافظ ہیں۔ وہ
فرماتے ہیں هذا لمن یصلی وحده.

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مؤطا امام محمد میں ذکر ہے۔ من کان له
امام فقراءة الامام له قراءة فرمایا کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہوگی۔
اس سے معلوم ہوا کہ امام کیلئے تو سورۃ فاتحہ ضروری ہے۔ مگر مقتدی کیلئے
ضروری نہیں۔

طحاوی شریف میں ذکر ہے عن جابرؓ بن عبداللہ من صلی خلف
امام فان قراءة الامام له قراءة: حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے
کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کیلئے امام کی
قرأت ہی کافی ہے۔

دار قطنی۔ طحاوی وغیرہ میں حضرت علیؓ کا فتویٰ ہے۔ من قرأ خلف
الامام فقد اخطأ الفطرة: فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے
سنت کی خلاف ورزی اور مخالفت کیا۔ کنز العمال وغیرہ میں عن علی
ان علیا قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له: حضرت علیؓ نے فرمایا
کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہ ہوئی۔ ایسا ہی مؤطا
شریف میں حضرت زیدؓ بن ثابت سے منقول ہے۔

طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ درج ہے۔ ان
ناسا یقرأون فی الظهر والعصر فقال لوکان لی سبیل لقلعت
السنتهم: فرمایا کہ کچھ لوگ عصر اور ظہر کی نماز میں (امام کے پیچھے) قرأت
کرتے ہیں اگر میرا بس چلے تو میں ان کی زبانیں (گدی) سے کھینچ لوں۔

مؤطا امام محمدؒ میں حضرت فاروق اعظمؓ کا فتویٰ: لیت فی فم الذی
یقرأ خلف الامام حجرا: کہ امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے منہ میں پتھر
پڑیں۔

اخبرنی موسی بن عقبه ان رسول الله وابابکرؓ وعمرؓ
وعثمانؓ کانو اینهون عن القراءة خلف الامام:

روح المعانی میں ہے۔ قال الشعبی ادرکت سبعین بدریا کلهم
یمنعون المقتدی عن القراءة خلف الامام: یہ حضرت شعبیؒ تابعی ہیں
فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدریین صحابہ کرامؓ کو پایا وہ سب امام کے پیچھے
قرأت کرنے کو منع فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درس نمبر ۳

۵، دسمبر۔ جمعۃ الوداع رمضان شریف　　　　عنوان: مجتہد کے لئے شرائط

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی----تکتمون الحق وانتم تعلمون.

خشوع کے سلسلے میں بات چل رہی تھی۔ جس میں یہ بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ۔ حضور نبی کریم ﷺ۔ حضرت صحابہ کرامؓ اور حضرات ائمہ مجتہدینؒ جو دین کے مجتہد گزرے ہیں ان سب سے ادب سے پیش آنا۔ ادب اور بے ادبی اس کا نام نہیں کہ آدمی کسی کو مانے تو ادب اور اگر کسی کا انکار کرے تو وہ بے ادبی ہے مثلاً آدمی حضور نبی کریم ﷺ کو مانے تو ادب اور اگر انکار کرے تو بے ادبی۔ نہیں! کبھی ماننے کے باوجود بھی بے ادبی ہو جاتی ہے غلطی ہو جاتی ہے۔ کیا یہ حدیث پاک نہیں؟ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ (ہم جیسے علما مراد نہیں) تو جو پیغمبر علیہ السلام کا وارث ہو اس کی بے ادبی کرو گے تو

پیغمبر علیہ السلام کی بے ادبی ہو گی۔

o　نبی تمیم کا وفد بے وقت آیا۔ آ کر پیغمبر علیہ السلام کو آواز دی۔ اخرج الینا یامحمد. (صلے اللہ علیہ وسلم) بلانے کا یہ طریقہ اختیار کیا۔ اللہ رب العزۃ کو ناگوار گزرا۔ وحی نازل ہوئی۔

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھر والہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون. اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ ان کے ساتھ اس طرح اونچی آواز سے بات نہ کرو۔ جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ (اگر یہ غلطی کی) تو تمہارے اعمال ضبط کر لئے جائیں گے۔ اور تمہیں (اعمال کے ضائع ہونے کا) پتہ بھی نہیں ہو گا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ کبھی ایمان ہونے کے باوجود بھی بے ادبی ہو جاتی ہے۔ میاں! اللہ بے ادبی سے بچائے خاص کر ائمہ مجتہدینؒ کرام جن کے خیمے ہزاروں سال پہلے جنت میں گڑ چکے ہیں۔ آج ہم جو علم کا معنی بھی نہیں جانتے مگر ان حضرات کے علم پر اعتراض کرتے ہیں جنہوں نے لاکھوں مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط کئے ہیں۔

o　تو اجتہاد کسے کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال اور عقل کی روشنی میں اجتہاد کی کیا ضرورت ہے؟ تو سُنئے۔

اجتہاد باب افتعال کا مصدر ہے اس کا لغوی معنی ہے پوری پوری کوشش کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ایک مسئلہ قرآن وحدیث سے نکالنے کے لئے اپنی پوری قوت کو صرف کرنا۔ تو اس کیلئے ضروری ہے کہ مسئلہ

نکالنے کی استعداد بھی ہو۔

۱۔ **مجتہد بننے کیلئے شرائط:** احکام نکالنے کے دو بنیادی سرچشمے ہیں۔ قرآن وحدیث اور تیسری چیز اجماع امت ہے۔ اور اجماع کیلئے بھی دلیل کی ضرورت ہے۔ اور وہ دلیل بھی قرآن وحدیث سے نکلی ہوئی ہو گی۔ اور یہ قرآن وحدیث عربی زبان میں ہیں۔ تو مجتہد کیلئے سب سے پہلے علم العربیہ پر عبور ہونا ضروری ہے۔ ایک تو عربی الفاظ کے معانی جانتا ہو اور ان کے مطالب جانتا ہو۔

۲۔ **علم الصرف:** سے بخوبی واقف ہو۔ کیونکہ الفاظ میں تبدیلی ہوتی ہے اس لئے علم الصرف سے واقفیت ہو۔

۳۔ **علم النحو:** جانتا ہو۔ اس علم سے قواعد بنتے ہیں۔ الفاظ کو ایک دوسرے سے جوڑنے کی کیفیت کو سمجھتا ہو۔

۴۔ **علم البلاغہ:** کہ قرآنی نکات کو پہچانتا ہو۔ موقعہ محل کے مطابق کلام کا مفہوم سمجھتا ہو۔ دیکھو یہ نہ کہنا کہ یہ علوم تو اس وقت نہ تھے۔ تو یہ بدعتہ ہیں۔ یہ وہ کھوپڑی کہے گی جو بدعت کو جانتی نہ ہو گی۔ یہ بولی یعنی زبان کے قواعد ہیں۔ اس وقت یہ کتابی شکل میں نہ تھے اور عربوں کو ان کی ضرورت بھی نہ تھی۔ جب غیر عرب اسلام میں داخل ہوئے تو پھر عربی زبان کے قواعد کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا۔ صرف "نحو" بلاغت وغیرہ کے علوم وجود میں آئے۔

٥ حضرت علیؓ کے ایک شاگرد نے کسی غیر عرب سے ایک آیت سنی جس کا غلط اعراب کی وجہ سے غلط معنی بن گیا۔ تو پھر انہوں نے قواعد

تحریر کئے۔ تو مجتہد کیلئے زبان کے علم سے واقف ہونا ضروری ہے۔

وہ آیت یہ ہے۔ ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ: رسولہ کے لام پر پیش کی بجائے اس نے زیر پڑھی تو معنی غلط ہو گیا۔ معنی یہ ہوا کہ "اللہ بے زار ہے مشرکوں سے اور اپنے رسول سے" حالانکہ دراصل آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول کافروں سے بے زار ہے۔ تو اعراب کی غلطی سے معنی غلط ہو گئے اس وجہ سے عربی قواعد کو کتابی شکل دینے کی ضرورت پڑی۔ تو علم الالسنہ یعنی زبان کے قواعد کا جاننا ضروری ہے۔

۵۔ **علم بالسنۃ:** سنت یعنی احادیث پاک کا علم ہو۔ کیونکہ جب قرآن کی تشریح کریں گے تو حدیث کا علم ہونا ضروری ہے۔ لتبین للناس مانزل الیھم تاکہ تو لوگوں کو قرآن بیان کرے۔ (تشریح کرے) تو قران کی تشریح کیلئے حدیث پر عبور رکھنا ضروری ہے۔

۶۔ **علم اقوال الصحابۃ و التابعینؒ و تبع التابعینؒ:** کہ حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ کرام اور حضرات تبع تابعین کرامؒ کے اقوال زریں کا علم ہونا بھی مجتہد کیلئے ضروری ہے۔ یہ حضرات صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں ہیں کہ ان کی گرد کو بھی مشائخ کرامؒ نہیں پہنچ سکتے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (آیت کریمہ) یہ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے ہے کسی مولوی کیلئے نہیں اتری۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم: فرمایا کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اس سے متصل پھر اس سے متصل حضور نبی کریم ﷺ کا قیامت کی علامت کے بارے میں ارشاد گرامی ہے کہ لوگ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے نیک لوگوں پر لعنت ڈالیں گے۔ یہ

آج کل ہو رہا ہے۔

۷۔ **علم آثار الصحابہؓ:** یعنی صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلنا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو مشعلِ راہ بنانا۔ قرآن میں ہے ومن یشاقق الرسول: اور جو رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔ من بعد ماتبین له الهدی: اس کے بعد کہ اسے ہدایت بیان کر دی گئی۔ ویتبع غیر سبیل المؤمنین: اور مومنین سے علیحدہ راستہ اختیار کرے۔ (اس وقت مومن حضرات صحابہ کرامؓ تھے) نوله ما تولی: ہم ایسے شخص کو اس کام کی طرف لگائیں گے جس کو اس نے پسند کیا ہے (یعنی بے دینی پر) ونصله جهنم و ساءت مصیرا: اور اس کو جہنم میں دھکیلیں گے جو بُرا ٹھکانا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین حضرات صحابہ کرامؓ کے راستے سے ہو کر آیا ہے۔ تو جو صحابہ کرامؓ سے علیحدہ راستہ اختیار کرے گا وہ دین کے راستے سے ہٹ گیا۔ تو یہ ہے علم الآثار۔ میاں حضرات صحابہ کرامؓ کا احترام لازمی ہے۔ ورنہ دین دین نہیں رہتا کیونکہ ہم تک دین حضرات صحابہ کرامؓ کے ذریعے پہنچا ہے۔

۸۔ **علم بمذاہب العلماء:** کہ مجتہد کو ائمہ کرامؒ کے مذاہب کا عالم ہونا ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو اترے ۱۴ سو برس گزرے ہیں آج کل نہیں اترے۔ تو علماء کرامؒ نے عمریں صرف کر ڈالیں اور مشکل ترین وقت گزارا۔ اور ان علماء کرامؒ کا تقویٰ ہم سے بدرجہا زیادہ تھا۔ تو قرآن کا علم بھی ہو کہ اس پر چاروں ائمہ کرامؒ متحد ہیں۔ مگر آج کا مولوی ان حضرات پر طرح طرح کی باتیں کر رہا ہے حالانکہ اُن بزرگوں کے مقابلے میں ان

کا تقویٰ صفر ہے۔

۹۔ **علم الرُواۃ:** کہ مجتہد کو راویوں کے علم سے واقفیت ہو کہ آیا ان راویوں کا زمانہ ایک ہے کہ نہیں۔ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ہے کہ نہیں۔ کون سا راوی معتبر ہے، کون سا نہیں۔

۱۰۔ **تقویٰ:** کہ مجتہد صاحبِ تقویٰ ہو۔ تقویٰ سے مراد ہے کہ مکمل طور پر تقدس ہو۔ خود اپنی زبان سے تقدس بیان نہ کرے بلکہ امت کے بڑے بڑے گروہوں نے ان کے تقدس کو مانا ہو۔ دنیا میں دو تہائی مسلمان حضرت امام اعظمؒ کے مقلد ہیں۔ تو جو مقلد ہیں کیا وہ حضرت امام صاحبؒ کو متقی نہیں ماننے والے؟ تو اس وقت ساٹھ کروڑ مسلمان حضرت امام اعظمؒ کے مقلد ہیں اور باقی تیس کروڑ میں تمام مذاہب ہیں۔

۱۱۔ **نور فقاہت:** یہ خدا تعالیٰ کی بخشش ہے۔ دیکھو حضرات صحابہ کرامؓ سب کے سب عالم تھے مگر فقیہ بننا قدرتی بات ہے۔ یہ چیز سب میں نہ تھی۔ قرآن تو ان کی مادری زبان تھی۔ مگر مشورہ کی صورت میں چند ایک پر اکتفاء کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوھریرہؓ سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے مگر انہیں مشورہ میں نہیں بلایا جاتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ پچھلے تمام مذکور علوم ان میں تھے مگر نور فقاہت۔ کیونکہ یہ خداداد چیز ہے۔ مثلاً علم النحو کی ضرورت آ پڑے تو مجتہد کو کتاب نہ اٹھانی پڑے بلکہ علم النحو ذہن میں موجود ہو۔ لازم ذات ہو کتاب کی ضرورت نہ پڑے تو علماء کرام لکھتے ہیں کہ جس عالم میں یہ شرائط پائی جائیں۔ ایسے شخص کیلئے اجتہاد جائز ہے اس کیلئے مقلد بننا ضروری نہیں۔

اب اس اصول پر ذرا ہم اپنے علم کو تولیں۔ تو ہم صفر ہیں۔

حضرت حافظ ابن قیمؒ ساتویں صدی ہجری کے بڑے عالم تھے شاہ ولی اللہ الفقہاء والعابدین لکھتے ہیں کہ وہ بھی مسائل میں مشورہ لیتے تھے۔

پانی کے مسئلہ میں قلتین کی حدیث پر شافعیوں نے کوشش کی کہ رائج ہو مگر حضرت امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ حدیث چاہے جتنی قوی ہو اگر اس پر مکہ و مدینہ میں عمل نہ ہوا ہو تو دل میں کالا کالا ہے۔ حدیث کا معاملہ بہت نازک ہے۔

یہ جو چار مذاہب ہیں ان کا معنی کیا ہے؟

حنفی مذہب یہ کہ قرآن و حدیث کو اور اجماع کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے توسط سے سمجھا اور عمل کیا جائے۔ اسی طرح مالکی مذہب اور شافعی اور حنبلی مسلک یہ سب اپنے اپنے امام کے توسط سے ان پر عمل کرتے ہیں۔ اگر ایک دریائے سندھ سے کئی الگ الگ نہریں نکالی جائیں تو نہریں تو الگ الگ ہونگی مگر پانی تو دریائے سندھ کا کہلائے گا۔ اسی طرح حنفی مالکی شافعی اور حنبلی ہوتے ہیں کہ ان چاروں کا اصل سرچشمہ قرآن و حدیث ہیں۔ ان کا یہ معنی نہیں کہ یہ لوگ محمدی نہ رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دریا سے پانی لیا گیا ہے۔ چار نہریں نکالیں پانی وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ اگر دماغ صاف ہو تو ہدایت ہوگی ورنہ نہیں۔ چاہیے جتنی بھی محنت کر لو ان پر اثر نہیں ہوگا۔

اجتہاد قرآن و سنت کی تشریح ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمدؒ سے اتنا علم حاصل کیا کہ اگر اسے دو اونٹوں پر لادو تو وہ نہ اٹھا سکیں یہ تھے حضرت امام شافعیؒ۔ لیکن آج ہم نے اگر دو معمولی سی

کتابیں لکھیں تو بس مجتہد بن گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو دس لاکھ احادیث مبارکہ کے حافظ تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مشکل مسائل کیسے حل ہوئے ہیں؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ حضرت محمد بن حسن شیبانیؒ کی کتب سے حل ہوئے ہیں۔ من این لک ھذہ المسائل الدقیقہ فرمایا۔ من کتب محمد بن حسن یہ حضرت محمد شیبانیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ حضرات ائمہ مجتہدین کرامؒ نے محنت و مشقت سے علم حاصل کیا اور صاحب تقویٰ بھی تھے۔ آج نہ علم ہے اور نہ تقویٰ مگر تقلید نہیں کرنی۔

اجتہاد کی کیوں ضرورت ہے؟ قرآن میں آیا ہے۔ تبیانا لکل شئی: فرمایا کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

تفصیلا لکل شئی: فرمایا کہ قرآن میں ہر چیز مفصل ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم الخ: فرمایا کہ آج تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔

دیکھو فقہ میں تمام مسئلے تو نہیں۔ کیا ہدایہ کی کتاب میں علم الطب ہے؟ یا اسی طرح علم الطب میں فقہ ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ قرآن نے کہا کہ میں تمام مسئلے بیان کرتا ہوں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے قواعد اور ضوابط دیئے ہیں ان کے مطابق مسائل حل کرنے پڑیں گے۔

قرآن میں ہے یاایھا الذین امنو الا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم: فرمایا کہ تم سوالات نہ کیا کرو۔ صحابہ کرامؓ سوال کیا کرتے تھے۔ یسئلونک عن الا ھلۃ۔ یسئلونک عن المحیض وغیرہ۔ تو

سوالات سے منع کر دیا گیا کہ تم سوال نہ کیا کرو۔ اگر سوالات کا راستہ قرآن نے بند نہ کیا ہوتا تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔ اس میں بھی راز تھا۔ اس فعل سے عادت مٹانی تھی۔ کیونکہ واقعات اور حوادثات تو لامحدود ہیں پھر تو سوالات کا سلسلہ بند نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کے اصول کتاب و سنت میں ہوئے اور باقی مسائل ائمہ مجتہدین کرامؒ حل کر دیں گے۔

o حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ یہ پہلی صدی کے مجدد تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں اختلاف نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں اگر ایک بات ہوتی تو تنگی ہو جاتی۔ جب ایک ہو تو تب دوسری ہوتی ہے۔ تو ایک بات ہونے کی وجہ سے دوسری بات ہوئی۔ تو جو جس کو پکڑے (جس پر عمل) کرے درست ہے۔ یہی حال علماء کرامؒ کے اختلاف کا ہے۔

تو تمام ائمہ مجتہدین کرام یہ اہل القرآن۔ اہل الحدیث۔ اہل الفقہ اور اہل التصوف بھی ہیں۔

حضرت علامہ سیوطیؒ یہ شافعی عالم ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حدیث کے اساتذہ کرام چار ہزار تھے۔ اگر آپؒ ایک استاد سے ایک سو حدیث بھی پڑھتے تو چار لاکھ حدیثیں بنتی ہیں۔ مگر ان سے روایات کم ہوئی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ کاموں میں مشغول ہو گئے۔ مثلاً حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر عبدالملکؒ بن مروان سلطنت میں نہ جاتے اور حدیث کا سلسلہ شروع کرتے تو ہمارے درسِ حدیث میں کوئی شخص نہ آتا۔ اب سمجھو کہ مشغولیت کی وجہ سے اتنا بڑا محدث خاموش ہو گیا۔ تو آئمہ مجتہدین کرام قرآن و سنت سے اسلامی قوانین مستنبط کرنے میں مشغول ہو گئے تو اس

لئے ان سے روایات کم ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ محدث نہ تھے۔

o حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اقرب الی السنۃ ہے۔

o دوسری بات لکھتے ہیں کہ دل میں خیال آیا کہ حضرت علیؓ تینوں یاروں سے افضل ہیں۔ تو خواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکرؓ و عمرؓ افضل ہیں۔ ازالۃ الخفاء اس موقع پر لکھی گئی ہے۔

o تیسری بات دل میں یہ خیال آیا کہ میں اتنا بڑا عالم ہوں غیر مقلد ہو جاؤں۔ تو خواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ائمہ اربعہ میں مقلد رہو۔ اور ان چاروں سے باہر نہ جاؤ۔

o چوتھی بات یہ دل میں آئی کہ میرے پاس جو دولت ہے اسے ترک کر دوں۔ اسبابِ معیشت کو چھوڑ دوں تو مجھے اس سے بھی روک دیا گیا۔

o حضرت امام ابوحنیفہؒ نصف رات عبادت کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کہیں سے گذر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہہ دیا کہ یہ امام صاحبؒ ساری رات عبادت کرتے ہیں۔ تو پھر ساری رات عبادت شروع کر دی۔ کبر سنی کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی۔ تو ایک شخص نے کہا کہ آپؒ ساری رات عبادت نہ کیا کریں۔ فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا ہے کہ یہ ساری رات عبادت کرتا ہے۔ تو اس لئے ساری رات عبادت کرتا ہوں تاکہ وہ جھوٹا نہ ہو۔ یہ تھا عبادت کا حال۔ کیا ایسی ہستیوں کو برا بھلا کہتے ہو؟ ان حضراتؒ نے تو کئی سو سال پہلے اپنے خیمے جنت میں گاڑ لئے ہیں۔

○ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس لوگوں کی پانچ کروڑ رقم امانت موجود تھی۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ جب تک یہ امانت مالکان کو واپس نہ ہو جائے اس وقت تک مجھے دفن نہ کرنا۔

○ ایک مرتبہ بغداد شریف میں بکری چوری ہو گئی اور وہ فروخت ہو گئی تو دس سال تک بغداد شریف کی بکری کا گوشت نہ کھایا۔ یہ تھا تقویٰ۔

○ بادشاہ منصور نے آپؒ کو قضا کا عہدہ پیش کیا آپؒ نے قبول نہ کیا۔ محض اس لئے انکار کر دیا کہ کہیں غلط فیصلہ نہ ہو جائے۔ منصور ناراض ہو گیا۔ آپؒ کو جیل بھیج دیا۔ روزانہ یک صد کوڑے لگتے تھے۔ عمر مبارک ۷۰ برس کی تھی۔ یہ تقویٰ کا مقام ہے کہ اس عمر میں کوڑے برداشت کئے مگر قضا کا عہدہ قبول نہ کیا۔

اللہ ایسی ہستیوں کی گستاخی سے بچائے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت پیدا فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس نمبر۴

۷ دسمبر ۱۹۶۹ء، اتوار — عنوان: ائمہ مجتہدین ہی حقیقت میں اہل القرآن وحدیث تھے

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی-----تکتمون الحق وانتم تعلمون.

آج کے درس میں یہ بیان کرنا ہے کہ دین اسلام، قرآن و سنت، قیامت تک رہے گی اور تمام اقوام عالم کیلئے ہے۔ دینِ اسلام کا قانون بدلنے والا نہیں اور نہ ہی بدلنے کا محتاج ہے۔

○ حضرات فقہاء کرامؒ نے اجتہاد کی شرائط کے تحت اسلامی قانون بنایا۔ وہ ائمہ کرامؒ قرآن و سنت کی روح کو جانتے تھے اور ان سے مسائل مستنبط کرتے تھے۔ یہ چار حضرات ائمہ کرامؒ ہی حقیقت میں اہل الحدیث واہل القرآن تھے۔

○ ان الله یامرکم ان تؤدوا الا مانات الی اهلها: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم عہدہ کی امانت عہدہ کے لائق کو دو۔ نالائق کو نہ دو۔

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو دی جائے۔ اور قبل زمانہ سے بھی خاندان کنجی بردار تھا بہر حال آیت کے الفاظ عام ہیں اور اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ عہدہ کی امانت عہدہ کے لائق کو دو۔ تو سن لو! حضرات ائمہ مجتہدین کرام ہی قرآن وحدیث کے اہل ہیں۔ یہ حضرات کرامؒ اسلامی قوانین قرآن وسنت سے مستنبط کرنے میں مشغول تھے اسی لئے ان حضرات کرامؒ سے حدیث شریف کی روایت کم ہوئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حضرات کرامؒ محدث نہ تھے۔ حدیث کا علم خوب رکھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ حدیث شریف کی روایتیں حضرت ابوہریرہؓ کی ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ کی بہت کم ہیں مگر حضرت فاروق اعظمؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کان ابوبکر اعلمنا: کہ ابوبکر صدیقؓ ہم سب میں سے بڑے عالم تھے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ تو نور فقاہت اور حدیث کے حفظ میں بڑا فرق ہے۔ جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ میں واضح فرق ہے۔

○ حضرت احمدؒ بن سہلؒ نے حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ سے پوچھا کہ آپکو یہ مشکل مسائل کہاں سے حل ہوئے۔ آپ نے صاف فرمایا۔ من کتب محمد بن الحسن الشیبانی: کہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب سے حل ہوئے ہیں۔ یہ حضرت محمد بن حسنؒ شیبانی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد

ہیں۔ اور فقہ حنفی کی ابتدائی کتابیں انہی کی تصنیف ہیں۔

تو اگر حضرت امام احمد بن حنبلؒ دس لاکھ احادیث کے حافظ ہو کر بھی فقہ حنفی کے محتاج ہیں تو ہم تو بہت زیادہ محتاج ہیں۔ انہی کے متعلق ہے کہ کل حدیث ماعرفه احمد لیس بحدیث: کہ جسے حضرت امام حنبلؒ حدیث نہ کہیں وہ حدیث نہیں۔

○ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت امام مالکؒ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہ ملے گا۔ تو علماء امت اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت امام مالکؒ کو قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام مالکؒ کے متعلق فتح الباری میں ذکر ہے۔ وکان مالک ینظر کتب ابی حنیفه لما سنت ستة عشر حفظت کتب عبدالله ابن المبارک وکیع بن الجراح: کہ امالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں دیکھا کرتے تھے۔ فرمایا، جب میں سولہ سال کی عمر کو پہنچا تو میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح کی کتابیں یاد کر چکا تھا۔ یہ دونوں حضرات کرام حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد تھے۔

پہلے زمانے میں حدیث دان سے نہیں بلکہ فقہ دان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا۔ محدثین کرامؒ نے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا اور فقیہ حضراتؒ نے ان سے مسائل مستنبط کئے۔

○ حضرت سلیمانؒ اعمشؒ جو اکثر محدثین کرام کے استاد ہیں حضرت امام اعظمؒ کے بھی استاد ہیں ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہیں نہ آیا۔ تو فرمایا۔ انتم الا طباء ونحن الصیادله: کہ تم حضرات طبیب ہو اور ہم

پنساری ہیں۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ فقہاء کرام طبیب ہیں۔ اور ترمذی فرماتے ہیں: الفقہاء ہم اعلم بمعانی الحدیث: یعنے فقہاء کرام حدیث کے معانی کو بہتر سمجھتے ہیں۔

o ان فقہاء کرام کا تو کافر بھی اقرار کرتے تھے۔ مدراس میں پرسنل لاء کا فیصلہ فقہ کے خلاف ہوا۔ تو اس کی اپیل لندن میں پریوی کونسل میں دائر کی گئی۔ جس میں کہا گیا کہ فیصلہ ہدایہ کے مطابق کیا جائے۔ تو انہوں نے صاحبؒ ہدایہ کے فتویٰ کو برقرار رکھا اور ہائی کورٹ مدراس کے فیصلے کو توڑ یعنی کالعدم قرار دیا۔

o حضرت مولانا عبدالجبارؒ صاحب غزنوی یہ اہلحدیث (غیر مقلد) تھے حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کے والد تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مسئلہ پوچھے تو فتویٰ مت دو تا ہم دیکھو کہ حضرات چار ائمہ میں سے کوئی اس پر متفق ہے کہ نہیں۔

o حضرت مولانا عبداللہ مرحوم (غیر مقلد) نے اپنے فرزندوں کو فرمایا کہ جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی توہین کرے گا وہ مرتد ہو کر مرے گا۔ (درس کے اختتام پر واقعہ ملاحظہ ہو)

o (۱) قرآن (۲) سنت (۳) آثارِ صحابہ کرامؓ (۴) عقل ودرایت

کیا ان چار مذکورہ بالا کی روشنی میں ہم فقہ کے محتاج ہیں کہ نہیں؟

حضرت علامہ ابن قیمؒ نے مجتہد ین کرام کی شرط لکھی ہے کہ اہل القران واہل الحدیث ھم الفقہاء: فرمایا کہ اہل قرآن اور اہل حدیث یہ سب فقہاء ہیں۔ یہ

حضرت علامہ ابن قیمؒ حنبلی ہیں۔ دیکھو قرآن صرف اصول دیتا ہے۔ تفصیل نہیں کرتا۔ مثلاً

o آیت (۱) فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون، (۲) ص والقرآن ذی الذکر: فرمایا کہ اگر تم نہیں جانتے مسئلے کو تو قرآن والوں سے پوچھو۔

(۳) یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوالرسول واولی الامرمنکم فان تناز عتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور جو تم میں سے اولی الامر ہو کی اطاعت کرو اگر اختلاف ہو کسی چیز میں تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اُسے لوٹا دو۔

(۱) اولی الامر منکم: کے بارے میں دو جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ھم العلماء المجتھدون: کہ اولی الامر سے مجتہد مراد ہیں کہ مجتہد سے پوچھو۔ تو یہ پوچھنا تقلید ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا قول ہے کہ اولی الامر سے مراد امراء ہیں یعنی حاکمانِ وقت۔ یعنی مسلمانوں کے حاکم۔ دونوں میں تضاد نہیں۔ دونوں مراد ہیں۔ حاکمانِ وقت امراء بھی اسلام کے مطابق حکم دیں گے۔ تو حاکم وقت علماء کرام سے لیں گے اور پھر اسے رائج کریں گے۔ تو بتلانا علماء کا اور چلانا امراء وقت کا کام۔ وھذ اقول اکثر التابعین والصحابۃ: اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ حضرات کا یہی قول ہے کہ اولی الامر سے علماء کرام مراد ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ قرآن

سے ملے تو قرآن کی اطاعت کرو۔ اور جو حدیث میں ہے تو حدیث کی اطاعت کرو۔ ورنہ فقہ میں دیکھو۔

قیاس مظہر ہے مثبت نہیں۔ القیاس مظهر لا مثبت. (قیاس شرعی حکم کو ظاہر کر دیتا ہے ایجاد نہیں کرتا) فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ و الرسول: فرمایا کہ اگر جھگڑا ہو تو اللہ و رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔ اب ظاہر بات ہے کہ جھگڑا اللہ و رسول ﷺ سے تو ہو نہیں سکتا بلکہ اولی الامر سے ہوگا۔ تو اگر علماء کرام یعنی مجتہدینؒ کرام کسی بات پر اتفاق ہو گیا اس کا حکم فرما دیں تو معلوم ہو گیا کہ بات درست ہے پھر چون و چرا کی ضرورت نہیں اور اگر تنازع ہو تو قرآن و حدیث سے ملتا جلتا حکم ملتا ہے تو مجتہدؒ نے اس پر قیاس کر کے حکم نکالا ہو تو اس کو مان لو ورنہ اس کو رد کر دو۔ دیکھو ہر فرع اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ تو اقوال المجتہدین قرآن و سنت کی طرف لوٹائیں گے اگر قیاس ہوتا ہو تو مانو اور نہ نہیں۔

دیکھو اگر تم نے فقہ کو نہ مانا تو یہ اسلام پھر عالمگیر مذہب نہ رہے گا تم اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرو گے۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ اور حضرت امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع اور قیاس درست ہیں۔

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم: ایسا کیوں نہ کیا کہ ہر گروہ میں سے چند آدمی نکل کھڑے ہوتے تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں۔

یہ قرآن کی آیت ہے جو عرب کی مادری زبان ہے مگر حکم ہو رہا ہے

کہ گھر چھوڑ کر دین حاصل کرو اور واپس لوٹ کر لوگوں کو صحیح سکھاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تفقہ ایک اور چیز ہے۔ ورنہ عرب قرآن کے معانی جانتے تھے کیونکہ عربی تو ان کی اپنی زبان تھی۔

واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم: جب اُن کے پاس امن یا خطرے کی کوئی اطلاع آتی ہے تو اُسے اُڑا دیتے ہیں حالانکہ اگر اُسے پیغمبر اور اپنے میں سے علم والوں کی طرف لوٹا دیتے تو اُن میں سے جو لوگ معاملہ فہمی کی طاقت رکھتے ہیں وہ حقیقت کو معلوم کر لیتے۔

من تبعیض کیلئے ہے فرمایا کہ ان صحابہؓ میں سے بعض لوگ جو تفقہ رکھتے ہیں ان سے معلوم کیا جائے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن کی اہلیت سب صحابہ کرامؓ میں تھی مگر استنباط کی اہلیت کسی کسی میں تھی۔ تو حضرت امام ابن تیمیہؒ نے قیاس اور اجتہاد کیلئے اس آیت کو بھی دلیل ٹھہرایا ہے۔

○ بخاری شریف میں ہے من یرد اللہ خیر یفقهه فی الدین: فرمایا کہ خدا تعالیٰ جس شخص کیلئے بھلائی چاہتے ہیں اسے دین میں تفقہ عطا فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ سرسری حدیث شریف جاننے سے فقاہت اور چیز ہے۔ ورنہ یعطیه علم الحدیث فرماتے نہیں۔ بلکہ فرمایا یفقهه فی الدین: دیکھو انسان محدث ہونے کے بغیر فقیہ نہیں بن سکتا۔

○ اب حضرت نبی کریم ﷺ کے اقوال مبارک بیان کرتا ہوں۔

(۱) عن عبدؓ اللہ ابن عباسؓ قال کان الفضل عباس ردیف رسول اللہ فجاءته امراة من خثعم تستفتیه (فجعل الفضل ینظر الیها و

تنظر الیه فجعل رسول اللہؐ یصرف وجه الفضل الی الشق الاخر)
فقالت یا رسول اللہؐ ان فریضة الله علی العباد فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیراً لایستطیع ان یثبت علی الراحلة افاحج عنه قال نعم: (موطا امام مالک)

(۲) عن ابن عباسؓ قال ان امراة من خثعم قالت یا رسول اللہؐ ان فریضة الله علی عباده فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیراً لایثبت علی الراحلة افاحج عنه. قال نعم. (مشکوٰۃ) ترجمہ:
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئی اور کہا: حج کے بارے میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کا جو فرض عائد ہوتا ہے، وہ میرے بوڑھے باپ کو پیش آ گیا ہے جب کہ وہ سواری پر جم کے نہیں بیٹھ سکتا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ فرمایا: ہاں۔

(۳) عن ابن عباسؓ قال اتی رجل النبیؐ فقال ان اختی نذرت ان تحج و انها ماتت فقال النبیؐ لوکان علیها دین اکنت قاضیه قال نعم قال فاقض دین الله فهوا حق بالقضاء، متفق علیه (مشکوٰۃ)
ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی اور وہ اسے پورا کئے بغیر فوت ہو گئی ہے تو نبی کرام ﷺ نے فرمایا: اگر اُس پر قرض ہوتا تو کیا تو اُسے ادا کرتا؟ ہاں۔ فرمایا تو اللہ کا قرض ادا کر، وہ زیادہ ادا کرنے کے لائق ہے۔ یہاں حضور نبی کریم ﷺ نے قیاس فرمایا ہے۔ کہ جس طرح اولاد کو

والدین کا قرضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تو اسی طرح ان کی طرف سے حج کی ادائیگی بھی فرض ہے۔

(۴) جب حضور نبی کریم ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ یہود بنی قریظہ نے اپنا عہد توڑا ہے آپ ﷺ ان کے ساتھ جہاد کریں۔ (یہ ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے۔ بنی قریظہ میں پہنچ کر پڑھیں گے۔ مگر جب راستے میں عصر کا وقت ہوا تو بعض صحابہ کرامؓ نے نماز پڑھی۔ اور بعض نے نہ پڑھی۔

جن حضراتؓ نے نہ پڑھی انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا۔ ان میں بعض فقیہ حضراتؓ تھے انہوں نے منشاء سنت کو مدنظر رکھا کہ حضور پاک ﷺ نے یہ حکم اس لئے فرمایا کہ بنی قریظہ میں جلد پہنچیں۔ تو نماز پڑھ کر جلدی جلدی چلیں گے اور وقت پر پہنچ جائیں گے۔ فلم یعنف احداً: آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کی۔ یعنی جنہوں نے راستے میں نماز پڑھ لی انہیں بھی ملامت نہ کی اور جنہوں نے قریظہ پہنچ کر ادا کی، اُنہیں بھی ملامت نہ کی۔ یہ ہے فقہ کہ منشاء سنت کو معلوم کرنا۔ حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت فاروق اعظمؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ۔ یہ فقیہ حضرات تھے انہیں خدا تعالیٰ نے نور فقاہت عطا فرمایا تھا۔

o حضرت امام ابن حزمؒ بہت بڑے عالم تھے شاید امت میں ان سے بڑا عالم ہو۔ مگر مولانا عبداللہ غزنویؒ نے اپنے فرزندوں کو کہا کہ امام ابن حزم کی کتاب نہ پڑھنا اس لئے کہ وہ حضرت امام اعظمؒ کے گستاخ ہیں یہ مولانا عبداللہ

غیر مقلد تھے مگر ائمہ دین اور فقہاء کا بڑا ادب کرتے تھے۔ ابن حزم کے بارے میں مشہور ہے۔

o قلم ابن حزم وسیف الحجاج الثقفی: ابن حزم کا قلم اور حجاج کی تلوار دونوں بھائی ہیں۔

اسی ابن حزم کا قول ہے۔ اتفق الحنفية على ان الحديث يعمل به ولوکان ضعیفاً بشرطیکہ اس کے مخالف قرآن کی آیت یا کوئی دوسری حدیث یا اجماع صحابہؓ نہ ہو ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔

o نماز میں اگر ہنسی آجائے تو فرمایا گیا ہے کہ نماز ٹوٹ گئی اور وضو بھی دوبارہ کرو۔ یہ ضعیف حدیث ہے۔ یہ ہنسیکوئی نواقض وضو سے نہیں۔ نماز تو بے ادبی سے ٹوٹ جاتی ہے مگر وضو کا کیا۔ مگر حضرت امام صاحبؒ نے حدیث پر عمل فرمایا یہ کہکر کہ میں قیاس کو ترک کرکے حدیث پر عمل کرتا ہوں۔

o حضرات چار یار صحابہؓ کے آثار بیان کرتا ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (۱) عليكم بسنتى و سنت الخلفآء الراشدين. ترجمہ: تم میرے بعد میرے طریقہ اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کو لازم پکڑنا۔ (۲) ایک اور فرمان ہے فاقتدوا بالذين امن بعدى ابابكرؓ و عمرؓ. میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا۔ (۳) ابوداؤد۔ ترمذی اور دارمی میں حدیث ہے۔ عن معاذ بن جبل ان رسول الله لمابعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لک قضاء، قال اقضى بكتاب الله، قال فان لم تجد فى كتاب الله، قال فبسنة رسول الله، قال فان لم تجد فى

سنة رسول الله، قال أجتهد رأى ولا الو. قال فضرب رسول الله على صدره وقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضىٰ به رسول الله.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف روانہ فرمایا تو پوچھا: جب تمہارے سامنے کوئی معاملہ پیش ہو گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ کہا: اللہ کی کتاب کے موافق۔ فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں تمہیں نہ ملے تو؟ کہا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔ فرمایا: اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملے تو؟ میں اپنی عقل سے سوچوں گا اور کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ کہا: تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو اُس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

o حضرت صدیق اکبرؓ کا ارشاد گرامی: اذا نزل به امر فيقول اقضى بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فاجتهدرائى ولا الوجهدى فان كان صواباً فمن الله وان خطا فمن الشيطان واستغفر الله.

ترجمہ: جب آپؓ کو کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ فرماتے: میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، اگر اُس میں نہیں ملے گا تو سنت رسول اللہ ﷺ سے، اگر اُس میں بھی نہیں ملے گا تو اپنی سوچ بچار سے کام لوں گا اور سوچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ اگر میرا جواب درست ہو تو اللہ کی طرف سے ہو گا۔ غلط ہو تو شیطان کی طرف سے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

o شرح فقہ اکبری: قال علی اذا کنت اقضی بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ فان لم اجد فاجتھدرائی: حضرت علیؓ نے فرمایا: جب میں فیصلہ کرتا ہوں تو اللہ کی کتاب سے کرتا ہوں۔ اگر اس میں نہیں ملتا تو سنت رسول ﷺ سے اگر اس میں بھی نہیں ملتا تو پھر اپنی سوچ سے کام لیتا ہوں۔ سنن کبریٰ اور ازالۃ الخفاء میں حضرت فاروق اعظمؓ کا آرڈر۔ اگر حضرت عمرؓ کا دین نہیں تو پھر ہمارا تو ایک کوڑی کا بھی نہیں۔

کتب عمرؓ الیٰ ابوموسیؓ الا شعری اذا جاءلک القضاء فاقض بکتاب اللہ فان لم تجد فبسنت رسول اللہؐ فان لم تجد فتعرف الاشباہ والا مثال و قس الامور علی ذالک: (الشباہ والنظائر) نظیر تو مقیس علیہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا: جب تمہارے پاس کوئی معاملہ پیش ہو تو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو، اگر اس میں نہ ملے تو سُنّتِ رسول اللہ ﷺ کو دیکھو، اگر اس میں بھی نہ ملے تو اُس سے ملتے جلتے اور مسائل کو سامنے رکھو اور اُن کے مطابق قیاس کر لو۔

o حضرت امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کھود رہا ہوں۔ تو حضرت امام محمدؒ ابن سیرین معبّر نے فرمایا کہ جس نے یہ خواب دیکھا ہے وہ قرآن و حدیث سے مسائل مستنبط کرے گا۔ یہ امام ابن سیرینؒ فنِ تعبیر خواب کے ماہر تھے۔

(۱) واقعہ: بزرگوں سے سنا ہے کہ احمد پور شرقیہ میں غیر مقلدین حضرات کا جلسہ تھا۔ حضرت محمد داؤد غزنویؒ مدعو تھے۔ ان کی تقریر سے پہلے مولانا

عبدالحق صاحبؒ (غیر مقلد) نے اُن کا تعارف کرایا۔ مولانا عبدالحق صاحب نے حضرت امام اعظمؒ کی شان میں رکیک الفاظ استعمال کئے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ (غیر مقلد) کے تیور بدل رہے ہیں۔ چنانچہ وہی ہوا کہ مولانا غزنویؒ نے پوری تقریر جو تقریباً تین گھنٹے تھی صرف اور صرف حضرت امام اعظمؒ کی شان بیان فرمائی اور انہیں محدثِ اعظم ثابت کیا۔

(۲) یہی مذکورہ بالا واقعہ میں (عبدالغنی) نے حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کو لاہور میں ان کے مکان پر سنایا تو آپ نے فرمایا کہ مولانا محمد داؤد غزنویؒ کے والد حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ اپنے مدرسہ میں درس حدیث پڑھا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے حضرت امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی۔ تو حضرت مولاناؒ نے اسے مدرسے سے نکال دیا۔ خارج کر دیا اور فرمایا: سوف یرتد. چنانچہ وہ لڑکا بعد میں مرتد ہوا (مرزائی بنا)

تو حضرت مولانا محمد عبداللہ مرحوم (غیر مقلد) کا فرمان درست ہوا۔ جو انہوں نے اپنے فرزندوں کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو حضرت امام اعظمؒ کی توہین کرے گا وہ مرتد ہو کر مرے گا۔ اسی واقعہ کو حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ نے یوں بیان فرمایا ہے

ور ہمارے مدرسے کا حال سنئے۔ ایک روز حضرت والد بزرگوار (مولانا عبدالجبار غزنویؒ) کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں۔ مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد

صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سُرخ ہو گیا اس کو حلقۂ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور "اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله" فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہو گا۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا۔ اعاذنا الله من سوء الخاتمه.

یہ ہے جو آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جس طرح ایک حنفی عالم یا حنفی درس گاہ اگر امام شافعیؒ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرے تو اس کو احناف کا من حیث الجماعت مسلک نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی اہل حدیث امام ابو حنیفہؒ کے حق میں کوئی ناشائستہ لفظ استعمال کرتا ہے یا دل میں سوءِ ظن رکھتا ہے تو یہ اہلِ حدیث کا مسلک نہیں کہلائے گا۔"

(حضرت مولانا داؤد غزنویؒ)

ترتیب و تحریر سید ابو بکر غزنویؒ

مکتبہ غزنویہ۔ ۴ شیش محل روڈ لاہور، ۱۹۷۴ء

درس نمبر ۵

۱۹ دسمبر ۱۹۶۹ء جمعہ — عنوان: فقہ بدعت نہیں

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی-----تکتمون الحق وانتم تعلمون.

خشوع کے سلسلے میں بیان تھا اور یہ بیان تھا کہ اللہ تعالے نے قرآن و حدیث کی شکل میں ایسی شریعت عطا فرمائی ہے کہ اگر دنیا کی عمر ہزاروں سال ہو جائے تو ہمیں کسی اور قانون کی ضرورت نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی طرح اس کا دین اور شریعت بھی لازوال ہے۔ تو یہ دین اور شریعت لازوال اس وقت ہو گی جب فقہ اور اجتہاد قرآن ہو۔ کیونکہ قرآن و حدیث محدود ہیں۔ صرف اصول بیان کرتے ہیں اور واقعات اور حوادث لامحدود ہیں۔ تو فقہ و قیاس سے قیامت تک کی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے زمین ایک بنائی ہے مگر ضرورت کی سب چیزیں اس سے مہیا فرمائیں۔ مگر زمین میں کچھ عمل

کرنا پڑے گا۔

رائے کا معنی یہ کہ اجتہاد کے ذریعے اجماع امت یا قیاس کے ذریعے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک حکم صادر کرے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ رائے اور قیاس نص کے مقابلے میں رد ہیں۔ فھو رد: یہ مذموم ہے کہ متعارضہ احادیث اور آیات نہ ہوں تو قیاس وغیرہ مردود ہیں۔

اسی نص کے انکار کرنے سے شیطان مردود ہوا۔

o اور رائے محمود وہ ہے جس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو یعنے اس مسئلہ میں ائمہ نے اجتہاد سے کام لیا ہو۔

o ایک بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ فقہ بدعت ہے۔

بدعت ہر اس نئی چیز کو کہا جاتا ہے جو دین کی روح کے خلاف ہو۔ اور جو روح دین کی تائید میں ہو وہ بدعت نہیں۔ مثلاً سب سے پہلے ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں۔ حضرت امام شاطبیؒ جو بدعت کے عظیم ترین دشمن ہیں۔ انہوں نے الاعتصام کتاب لکھی ہے۔ بدعت کی تردید میں اس کتاب کے برابر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

(۱) قرآن پاک کی اب جو صورت ہے یہ پہلے نہ تھی۔ کاغذ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا۔ کپڑے۔ خرما کے درخت کے پتے۔ لکڑی کی تختیاں۔ سفید پتھر اور پاک ہڈی پر قرآنی آیات کو محفوظ کیا جاتا۔ یہ یکجائی نہ تھی جواب ہے۔

o جب حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں جہاد ہوئے قراء و حفاظ صحابہ کرام کافی تعداد میں شہید ہو گئے ۷۰ تو صرف مسیلمہ کذاب کی جنگ میں شہید ہوئے۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن پاک کو یکجا کر کے محفوظ کیا جائے۔ تو قرآن پاک کے منتشر اجزاء جمع کئے گئے پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں آرمینیہ کی لڑائی کے بعد ضرورت کے تحت قرآن شریف کو ایک ہی قرأۃ پر جمع کر دیا گیا اور قرأت کے اختلاف کو حواشیات پر درج کر دیا گیا۔

o اس وقت اعراب نہ تھے۔ جب اسلام غیر عرب میں پہنچا تو اعراب کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسی طرح آیات۔ رکوع۔ اور پارہ وغیرہ کا تعین نہ تھا۔ تو حجاج بن یوسف ثقفی اور چند دیگر افراد نے یہ کام کیا۔ پھر یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قرآن شریف کو ۷۔ ۱۰۔ اور ۱۴۔ قرأتوں میں پڑھا گیا ہے۔ لیکن برابر صحیح سند کیساتھ ان قرأتوں کی کتابی صورت نہ تھی۔ جو بعد میں صحیح سند کیساتھ کتابی صورت دی گئی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کی یہ موجودہ صورت بدعت ہے۔ تو کیا یہ بات درست ہے؟ نہیں۔

- وانا لہ لحافظون: تو حفاظت کی ایک صورت تھی کہ قرآن کو جمع کیا جائے۔ دوسری صورت تھی کہ اعراب وغیرہ لگائے جائیں۔ تیسری صورت یہ تھی کہ چھاپے خانے ایجاد ہوں اور قرآن پاک کو طبع کرا کے دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا جائے۔ یہ سب صورتیں موقعہ بموقعہ خدا تعالیٰ نے پیدا فرمائیں اور قرآن شریف قیامت تک محفوظ ہو گیا۔

(۲) اب حدیث پاک کو لیتے ہیں کہ کتب احادیث کی قبل زمانہ میں یہ

صورت نہ تھی جواب ہے۔ مؤطا امام مالکؒ وغیرہ حدیث کی کتب دوسری صدی ہجری میں مدون ہوئی۔ حضرت اسحاقؒ نے چاہا کہ پیغمبر پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خالص احادیث پاک جمع کی جائیں تو حضرت امام بخاریؒ ان کے شاگرد تھے انہوں نے یہ کام شروع کیا تو بخاری شریف وجود میں آئی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ صحاح ستہ جمع ہو گئے۔ تو حدیث پاک بھی بعد کے زمانہ میں مدون ہوئی۔ تو کیا اسے بدعت کہیں گے؟

(۳) صرف و نحو: جو اس وقت کتابی شکل میں ہے اس وقت یہ صورت نہ تھی۔ جب اسلام غیر عرب میں پھیلا تو اعراب نہ ہونیکی وجہ سے غیر عرب عبارتیں غلط پڑھتے تھے۔ ایک ایسا واقعہ حضرت علیؓ کے وقت ہوا جو پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ تو آپؓ نے اپنے شاگرد ابوالاسود دوئلی کو بلا کر اسے نحو کے چند قواعد لکھوائے تو اس وقت سے علم النحو جاری ہوا۔ تو کیا اب اسے بدعت کہیں گے؟ نہیں یہ ایک علم تھا جو قدیم زمانے سے بولا جاتا تھا مگر کتابی شکل بعد میں ہوئی۔

○ یہی معاملہ فقہ کا ہے۔ یہ پہلے سے تھا مگر کتابی شکل بعد میں آئی۔ ملک یمن کے دو حصے تھے ایک میں حضرت معاذؓ ابن جبل گورنر تھے اور دوسرے حصے کے حضرت ابوموسیٰؓ اشعری تھے۔ یہ صحابیؓ اجتہاد سے فتویٰ دیتے تھے۔

○ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کوفہ کے گورنر تھے۔ یہ صحابیؓ بھی اجتہاد سے مسئلہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ اور حضرت زیدؓ ابن ثابت بھی اجتہاد سے مسائل فرماتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کیلئے جملہ فرمایا ہے۔ کنیف ملئی علما: فرمایا کہ

عبداللہؓ ابن مسعود علم کا بھرا ہوا کمرہ ہے۔ کیا یہ شخصی تقلید نہ تھی؟ جس پر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں عمل تھا مگر کتابی شکل بعد میں ہوئی۔

ان چار ائمہؒ مجتہدین سے پہلے بھی فقہ تھے ان پر عمل ہوتا تھا مگر وہ ختم ہو گئے آخر میں یہ چار فقہ رہ گئے ہم ان چاروں کو حق مانتے ہیں۔

○ حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت امام اوزاعیؒ اور حضرت داؤد ظاہریؒ کے فقہ پر عمل ہوتا رہا۔

حدیث شریف پر عمل کرنا کوئی کھیل نہیں۔ سوال یہ ہے کہ دیکھیں گے کہ جس علاقہ کی حدیث ہے وہاں اس حدیث کے مطابق عمل ہے کہ نہیں۔

اذا بلغ الماء قلتین لا ینجس: اس حدیث پر حنیفہ اور حنابلہ کا عمل نہیں۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ ہذالحدیث لم یعمل به لافی الحجاز ولا فی الشام ولا فی الیمن ولا فی العراق: تو عمل کا دیکھنا بڑی چیز ہے۔

میرا مقصد ہے کہ اگر معاملہ ہم پر چھوڑا جاتا تو بڑا دشوار ہوتا۔ ائمہ مجتہدین کا تو احسان ہے۔

○ حضور نبی کریم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ فوت ہوئے تو سورج گرہن ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے صلوۃ الکسوف پڑھائی اب تعداد رکوع میں اختلاف ہے۔ کوئی چار اور کوئی تین یا دو رکوع کی روایتیں کرتے ہیں۔ اب بتلاؤ کہ کس روایت پر عمل کریں! تو اس صورت میں مجتہدینؒ کرام کے اقوال دیکھیں گے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ جس امامؒ کے مقلد بنیں گے صرف اسی کی فقہ پر عمل کریں گے۔ یہ اجازت نہیں کہ کچھ مسائل میں کسی امامؒ کی تقلید اور کچھ مسائل میں دوسرے امامؒ کی کریں۔

○ حضرت امام ابن تیمیہؒ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج دوم، ص ۲۴۰-۲۴۱ پر لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں چیز فلاں امامؒ سے لے لوں اور فلاں چیز فلاں امامؒ سے لے لوں تو وہ شخص بندہ نفس ہے متبع سنت نہ ہوا۔

○ مثلاً حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حق شفعہ نہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حق شفعہ ہے اب اگر ایک شافعی مسلک کے شخص کے مکان سے ملحقہ مکان فروخت ہو تو وہ اپنے آپکو حنفی بنا کر شفعہ کرنا چاہے تو یہ غلط ہے۔ وہ کہے کہ میں حنفی ہوں شفیع ہو سکتا ہوں تو یہ درست نہیں۔ یہ کھیل نہیں پرچون کی دکان نہیں کہ کچھ کسی سے اور کچھ کسی سے مسائل لئے بلکہ تمام مسائل میں ایک ہی امام کے پیچھے چلنا پڑے گا۔

○ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فاسق گواہوں کی گواہی سے نکاح درست ہے۔ مگر حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں۔ تو حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک آدمی غصے کی حالت میں بیوی کو تین طلاقیں دے تو اب یہ بیوی اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ تو اسی صورت میں وہ شخص اگر یہ کہے کہ میاں! میرا نکاح فاسق لوگوں کی گواہی میں ہوا تھا۔ تو اب میں شافعی بنتا ہوں کہ سرے سے جب نکاح ہی نہیں تھا تو طلاقوں کا کیا؟ اب میں نیک لوگوں کی گواہی میں نئے سرے سے نکاح کرتا ہوں۔

تو حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے وہ بیوی اس پر حرام

ہے۔ یہ جائز نہیں کہ کچھ مسائل حنفی مذہب اور کچھ شافعی مذہب سے لے بلکہ صرف اور صرف ایک امامؒ کی تقلید کرنا ہو گی۔

حنفی تقلید کی عقلی لحاظ سے ضرورت: اب عقل کے لحاظ سے حنفی تقلید کی ضرورت بیان کرتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مقلد کو اجتہاد درست نہیں اور مجتہد کو تقلید درست نہیں۔ اب یہ بات عقل کے مطابق ہے۔ معاملہ دین کا ہے۔ کتاب و سنت کا ہے کوئی مذاق اور کھیل نہیں۔ اب ہم اپنی عقل سے خود سوچیں کہ متعارضہ احادیث اور آیات کا تعارض ختم کرنے کے لئے کتنے علوم اور تقویٰ کی ضرورت ہے۔ تو علم و تقویٰ وغیرہ میں ائمہ اربعہؒ کرام ہم سے ہر نسبت میں انتہائی زائد ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ ان کی بات مانیں اور ان کی تقلید کریں۔ اور یہ دنیا کا اصول ہے کہ ہر ماہر کا غیر ماہر کہا مانتا ہے۔ اس دنیا کا عملدرآمد بھی تقلید پر ہے۔ ہم کتاب و سنت و اجماع اور شریعت کے علوم میں ان حضرات ائمہ اربعہ کرامؒ کے مقابلہ میں صفر ہیں۔ انہیں تمام علوم کے نشیب و فراز کا علم تھا۔ اب ان میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ترجیح کیوں ہے؟

(۱) بشارت نبوی ﷺ: حضور نبی کریم ﷺ نے فارس کے صحابیؓ حضرت سلمان فارسیؓ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لوکان الایمان عندالثریا لناله رجل من هؤلاء: یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور اسی کے ہم معنی روایات مسلم شریف، مسند احمد، معجم طبرانی اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ فارس میں سے ایک عالم پیدا ہو گا جو پروین سے ایمان اتار کر دوبارہ رائج کرے گا۔ اس سے کون مراد

ہے؟ میں چونکہ حنفی ہوں اپنے دلائل نہیں دیتا۔ شافعی حضرات کا قول نقل کرتا ہوں۔ **تبییض الصحیفہ فی مناقب امام ابی حنیفہ:** یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے جو شافعی مسلک کے ہیں۔ تو ان شافعی عالم کا قول ہے کہ مذکورہ بالا حدیث شریف سے مراد بالاتفاق حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں کیونکہ ملک فارس میں ان کی ٹکر کا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔ تو سب سے اول حضور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی سے آپکی ترجیح ثابت ہوئی شافعی حضراتؒ نے بیان کی۔ ایسا ہی علامہ ابن حجر مکی شافعی نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جن سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے علم حدیث پڑھا اور ہندوستان میں آکر سب سے پہلے علم حدیث کی اشاعت کی۔

(۲) ترجیح کی دوسری وجہ: کہ ائمہ اربعہؒ کرام میں سے صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور باقی حضرات تابعی نہیں۔ اور تابعین حضرات وہ ہیں جن کے متعلق قرآن کا فرمان ہے۔ **والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه:** تو تابعین سے اللہ راضی ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ راضی اس وقت ہو گا جب حضرت امام صاحبؒ کے علم اور اجتہاد سے راضی ہو گا۔

○ حضرت حافظ شمس الدینؒ ذہبی یہ حنبلی مذہب پر تھے۔ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے **قد رای انس بن مالکؓ وغیرہ مرۃ:** کہ حضرت امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ کو باشعور (۲۰ سال) عمر میں بار بار دیکھا ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ نے شروع

جوانی میں حج کئے ہیں حضرت عامرؓ بن طفیل یہ صحابیؓ پاک سب سے آخر میں فوت ہوئے ہیں۔ ان صحابی پاکؓ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ تم سو سے اوپر نہ جاؤ گے۔ تو حضرت عامرؓ بن طفیل نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہے۔ تو حضرت امامؒ صاحب کی عمر بیس سال کی ہو گی۔

حضرت امام صاحبؒ کے زمانے میں حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی کوفہ میں تھے اور بصرہ میں حضرت انسؓ ابن مالک تھے اور حضرت سہلؓ ابن سعد الساعدی مدینہ میں تھے اور حضرت امام صاحبؒ نے بچپن یعنی باشعور جوانی میں کئی حج کئے ہیں اور ان حضرات صحابہؓ کرام سے کئی مرتبہ ملاقات و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ تو حضرت امام صاحبؒ تابعی تھے اور رضی اللہ عنہم کا تمغہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔

(۳) تیسری وجہ ترجیح کی: آپؒ کا بے مثال علم ہے۔ عام آدمیوں کے قول نہیں دو بڑے اماموںؒ کا قول نقل کرتا ہوں۔ ایک امامؒ تو ان کے حریف تھے حضرت سفیانؒ الثوری یہ بھی کوفے کے رہنے والے تھے۔ مناقب کردری میں لکھتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امام اعظمؒ کے علم کا کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا۔ **نحن عند ابی حنیفه کا لعصا فیر عندالباز (العقاب):** کہ ہم علم کے لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ایسے ہیں جس طرح چڑیاں باز کے سامنے ہوتی ہیں۔

○ دوسرا قول حضرت امام شافعیؒ کا ہے۔ فرماتے ہیں۔ **الناس عیال علی ابی حنیفه فی الفقه:** یہ ہے احترام کہ خود حضرت امام شافعیؒ فرما

رہے ہیں۔ اس وقت تعصب نہ تھا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابی حنیفہؒ کے مزار پر گیا تو وہاں مسجد میں نماز پڑھانی پڑی۔ تو میں نے نماز میں دعاء قنوت نہ پڑھی کیونکہ حنفی مذہب میں یہ دعاء نہیں پڑھی جاتی۔ امام بھی خود حضرت امام شافعیؒ تھے اور مقتدی بھی شافعی المذہب تھے۔ تو لوگوں نے آپؒ سے وجہ پوچھی۔ فرمایا: استحیاء من صاحب هذا القبر: کہ مجھے صاحب مزار یعنی حضرت ابو حنیفہؒ سے حیاء آتی ہے کہ کیونکہ وہ اس دعا کے قائل نہ تھے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ چاروں طریقے درست ہیں۔

o حضرت عبداللہ دامغانیؒ یہ بغداد میں حنیفوں کے قاضی تھے اور حضرت ابو اسحاق شیرازیؒ شافعیوں کے قاضی تھے بغداد میں۔ یہ واقعہ تاریخ بغداد خطیب میں نقل ہے حضرت عبداللہ دامغانیؒ عصر کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے وہ مسجد حضرت ابو اسحاق شیرازیؒ کی تھی۔ یہ مسجد میں بیٹھے تھے۔ جب مؤذن اذان کیلئے کھڑا ہوا تو حضرت ابو اسحاقؒ نے اسے ترجیع سے منع کیا۔ یعنی فرمایا کہ اذان حنفی مسلک پر دینا شہادت کے کلمے دو دو مرتبہ پڑھنا تاکہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ اور جب جماعت کا وقت آیا تو حضرت ابو اسحاقؒ نے حضرت دامغانیؒ کو مصلے پر کھڑا کر دیا انہوں نے شافعی مسلک پر نماز پڑھائی۔ یہ تھی وسعت قلبی۔

o حضرت امام ابو یوسفؒ نے حمام سے غسل کر کے نماز پڑھی۔ بعد میں لوگوں نے کہا کہ اس پانی سے چوہا نکلا ہے۔ حنیفوں کے نزدیک پانی ناپاک ہے۔ مگر امامؒ ابو یوسف نے فرمایا کہ آج ہم اپنے حجازی بھائیوں یعنی مالکیہ کے مذہب پر عمل کرتے ہیں کہ ان کے ہاں کنواں پلید نہیں ہوتا۔ یہ واقعات اس لئے ذکر کئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ چاروں مسلک برحق ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس نمبر ۶

۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء اتوار — عنوان: حنفی مذہب کی ترجیح

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی----تکتمون الحق وانتم تعلمون۔

جی چاہتا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کے متعلق کچھ تھوڑی سی تفصیل ہونی چاہئیے۔ جب ہم ان کے مسلک پر ہیں تو ان کے حالات کا علم ہونا چاہئیے۔

o تقلید کا معنی تو آپ صاحبان سمجھ چکے ہیں نا! تقلید کا معنی تو معلوم ہے آپکو۔ تقلید کا معنی قرآن و حدیث کو چھوڑنا نہیں بلکہ اپنے سے اوپر جو بڑے عالم پہلے زمانے کے تھے ان کے قول پر چلنا۔ وہ عالم قرآن و حدیث کے مسائل سمجھتے تھے بلکہ ان کے سمجھنے کی لیاقت اور مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اہل القرآن والحدیث دراصل ائمہ اربعہؒ کرام تھے۔

○ سر سید غیر مقلد تھے انہوں نے ایک تفسیر لکھی۔ تقریظ کیلئے ابوالکلامؒ آزاد کے پاس بھیجی آزاد صاحبؒ نے اس کا مطالعہ کر کے بغیر تقریظ لکھے جواب بھیجا کہ یہ تفسیر کہتی ہے میں سب سے کٹ کر تم ایک سے جڑ جاؤں لیکن میں یہ بہتر جانتا ہوں کہ ایک تم سے کٹ کر سب سے جڑ جاؤں۔

ترجیح حنفی مذہب: اب حنفی مذہب کی ترجیح کے بارے میں سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں تو نہیں مگر باقی تین ائمہ کرامؒ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئیاں ملی ہیں۔ اس وقت موقعہ کے لحاظ سے میں صرف حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں بیان کروں گا۔ اور ان ائمہ کرامؒ میں حضرت امام اعظمؒ استاد الکل ہیں۔

۱۔ حضرت امام موکل لوکلؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام ابوحنیفہؒ مدینہ تشریف لاتے تو حضرت امام مالکؒ ان سے علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ سخت سردی کے موسم میں عشاء کی نماز کے بعد مسائل پر گفتگو شروع ہوتی بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی اور یہ دونوں ائمہ کرامؒ مسائل پر گفتگو کر رہے ہوتے تھے۔

۲۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد حسن شیبانیؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ مناقب کردری میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے پہلی حدیث حضرت امام ابو یوسفؒ سے طلب کر کے لکھی۔ اول ماطلبت الحدیث جئت الی ابی یوسف فطلبت الحدیث و کتبت ثم کتبت علی سائر الناس. سب سے پہلے میں نے علم حدیث حاصل کرنا چاہا

تو میں ابو یوسفؒ کے پاس آیا اور میں نے حدیث حاصل کی اور لکھ بھی لی پھر دوسرے علماء سے لکھتا رہا۔

علم حدیث کا دارومدار صحاح ستہ پر ہے۔ ہم چیلنج سے کہتے ہیں کہ یہ چھ کے چھ محدث حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ جب یہ شاگرد بنتے ہیں تو بتاؤ کیا حضرت امام اعظمؒ عالم نہیں؟ مجتہد اور محدثین کرام تقریباً سب کے سب حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔

۳۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ اگر دین آسمان پر چڑھ جائے گا تو فارس سے ایک شخص پیدا ہو گا جو آسمان سے دین زمین پر اتار کر لائے گا۔ یہ ہیں حضرت امام اعظمؒ۔

۴۔ حضرت عبداللہؓ ابن لیہ نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ فی کل قرن من امتی صادقون و ابوحنیفه سابق فی زمانه: فرمایا کہ ہر زمانے میں میری امت میں صادق لوگ ہوں گے اور ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑھے ہوئے ہوں گے۔

۵۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد زمانہ میں ایک شخص ہو گا جس کی کنیت ابوحنیفہؒ ہو گی هو خیر هذه الامته: وہ اس امت میں بہترین ہو گا۔

۶۔ حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک ایسا آدمی آئے گا جو فقہ و اجتہاد کر کے قرآن و حدیث سے مسائل نکالے گا۔ اس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہو گی۔ وہ بہت بڑا عالم ہو گا۔

۷۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ امت کا چراغ ہوگا۔

۸۔ مناقب کردری کی جلد اول ص ۱۰ پر ہے کہ جب حضرت امام اعظمؒ نے خواب دیکھا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کھود کر اپنے سینے سے لگا رہا ہوں۔ امام صاحبؒ نے بصرہ میں حضرت امام محمدؒ ابن سیرین کو یہ خواب سنایا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ خواب تیرا نہیں ہو سکتا۔ یہ خواب صرف ایک شخص ابوحنیفہ نامی کا ہو سکتا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا ابوحنیفہ میں ہوں۔ تو امام محمدؒ ابن سیرین نے فرمایا کہ کرتا اتارو تو کندھوں کے درمیان دیکھا کہ خال ہے۔ تو اس پر حضرت علامہ محمد ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرات صحابہ کرامؓ سے حدیث مبارک سنی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے میرے بعد کوفہ میں ایک شخص ابوحنیفہ نامی پیدا ہوگا جس کے کندھوں کے درمیان میں خال ہوگا وہ میری امت میں بہت بڑا عالم ہوگا۔ یہ اس وقت کی بشارت ہیں جس وقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے والد بزرگوار بھی شاید پیدا نہیں ہوئے ہوں گے۔

۹۔ حضرت فضیلؒ ابن عیاضؒ جو تقریباً صوفیاء کرامؒ کے ہر سلسلے کے آخری پیر تھے یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے برابر کوئی شخص پرہیزگار نہیں دیکھا۔

۱۰۔ حضرت امام موفقؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت امام اعظمؒ کے ایک مسئلے کو مذاق کے انداز میں بیان کیا کرتا تھا۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ

حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر دو دانتوں کے اندر کوئی چیز کھانے کی ایک چنے کے اندازہ سے کم اٹک گئی ہو اور وہ کلی کے وقت پیٹ میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تو وہ شخص اس مسئلے کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ خدا تعالیٰ کو یہ چیز ناگوار گزری اس شخص کے دانت جوانی میں ہی گر گئے۔ میں کرامات کے سلسلے کو لمبا نہیں کرتا یہیں ختم کرتا ہوں۔

تو حضرت امام اعظمؒ کی علمی لحاظ سے ترجیح کے بارے میں ایک تو حضور نبی کریم ﷺ کی بشارت ہیں دوسرا خود بقیہ تین ائمہ کرامؒ اور دیگر ائمہ کرامؒ کی آراء ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو علمی لحاظ سے ترجیح ہے۔

۱۱۔ حضرت امام سفیانؒ ثوری یہ کوفہ کے رہنے والے تھے حضرت امام اعظمؒ کے ہمعصر تھے اور آپؒ کے حریف تھے ان کا قول مناقب موفق اور کردری میں لکھتے ہیں کہ اگر حضرت امام اعظمؒ کی عقل ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائے اور دوسرے پلڑے میں اس زمانے کی پوری امت مسلمہ کی عقل رکھی جائے تو حضرت امام صاحبؒ کی عقل کا پلڑا زیادہ بھاری ہوگا۔

۱۲۔ حضرت یزیدؒ ابن ہارون یہ استاد المحدثین ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے میں گئے سخت گرمی تھی حضرت امام ابوحنیفہؒ ایک دیوار کے قریب سائے سے ہٹ کر گرمی دھوپ میں بیٹھے تھے۔ میں نے کہا کہ آپؒ دھوپ میں بیٹھے ہیں دیوار کے سائے میں ہو جائیں۔ حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس دیوار کے مالک پر میرا قرض ہے اگر اس کے سائے میں بیٹھوں تو کل خدا یہ کہے کہ تو نے اس کی دیوار سے نفع حاصل کیا تھا وہ سود ہے تو کہیں سزاوار نہ ہو جاؤں۔ یہ تقویٰ کا مقام ہے۔

۱۳۔ مناقب کروری میں ہے۔ كان يصلى صلوة الفجر بوضوء صلوة العشاء اربعين سنة وكان يصلى كل ليل اربعمأته ركعةً كعبته: فرمایا کہ چالیس سال عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا کی اور ہر رات چار سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۔ ہر رمضان شریف میں حضرت امام اعظمؒ اکسٹھ ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ ایک پورے ماہ میں تراویح میں باقی ایک ختم روزانہ دن کو اور ایک ختم روزانہ رات کو کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ بغداد شریف میں جہاں حضرت امام اعظمؒ کا مزار ہے یہ جگہ آپؒ نے خریدی قبر کھدوائی اس میں بیٹھ کر آپؒ نے سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے۔

۱۶۔ حضرت امام اعظمؒ کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ کاروبار وسیع تھا ملازم کام کرتے تھے۔ ایک چادر کی قیمت چار سو روپے تھی ملازم سے حساب لیا تو وہ ایک ہزار روپے میں فروخت کر بیٹھا تو اسے ملازمت سے ختم کیا فرمایا کہ تو خدا تعالیٰ کا خائن ہے کہ تو نے چھ سو روپے زائد لئے ہیں۔ تو بڑھاپے میں مدینہ شریف کا سفر کیا۔ مسجد نبوی میں رہے ایک دن وہ شخص وہی چادر پہن کر آیا آپؒ نے اسے پہچان لیا۔ وہ چادر اوپر اوڑھے ہوا تھا۔ آپؒ نے چادر پکڑی اور فرمایا کہ ملازم نے غلطی سے اس کی رقم زیادہ لے لی تھی۔ جو استعمال کر چکے ہو وہ میں معاف کرتا ہوں تو اپنا ہزار روپیہ لو اور میری چادر واپس کرو۔ اس شخص نے کہا کہ چادر پسند ہے اور ہزار روپیہ منظور ہے۔ مگر حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا نہیں۔ اگر چادر رکھنی ہے تو یہ چھ سو روپے

اپنے واپس لے لو۔ آخر کار حضرت امام صاحبؒ چھ سو روپے واپس دیکر آ گئے۔

۱۷۔ ایک مرتبہ آپؒ کے کارندے مال بیچ کر تیس ہزار روپے منافع کما لائے۔ اس مال میں ایک تھان میں نقص تھا حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کیا خریدار کو وہ نقص بتلایا تھا؟ کارندوں نے کہا وہ تو ہم بھول گئے۔ حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ رقم مشکوک ہے تو ساری رقم غرباء میں تقسیم کر دی۔

۱۸۔ امام موفقؒ نے ایسا ہی واقعہ نقل کیا ہے کہ ستر ہزار منافع ہوا جو حضرت امام صاحبؒ نے مشکوک سمجھ کر سارا کا سارا غرباء میں تقسیم کر دیا۔

اب ایسی صاحب تقویٰ ہستی کے علم پر کوئی اعتراض کرے تو وہ اپنا انجام خود سمجھ لے کہ کیا ہو گا۔

۱۹۔ حضرت امام ابو یوسفؒ ایک غریب گھرانے کے فرد تھے۔ جب انہیں ماں باپ کام کو بھیجتے تو آپؒ حضرت امام اعظمؒ کے درس میں بیٹھ جاتے کام کو نہ جاتے۔ درس بھی اتفاق سے راستے میں پڑتا تھا۔ تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے والد نے حضرت امام اعظمؒ کو شکایت کی کہ ہماری روزی میں خلل آتا ہے۔ تو حضرت امام اعظمؒ ان کے پورے کنبے کا خرچ خود ادا کرتے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ تو حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے بیس سال ہمارے کنبے کا خرچ برداشت کیا۔

۲۰۔ یہ حضرت امام ابو یوسفؒ پھر کون بنا؟ آپؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے استاد بنے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ

صاحب مروت بھی انتہائی درجہ کے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص راستہ میں آرہا تھا اس نے حضرت امام اعظمؒ کو دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا بلا کر فرمایا کہ راستہ کیوں چھوڑا؟ اس نے کہا کہ میں نے آپؒ کی دس ہزار رقم دینی ہے۔ اس لئے شرم کے مارے راستہ چھوڑ دیا۔ تو حضرت امام اعظمؒ نے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے وہ رقم معاف کر دی۔ اور اس کو فرمایا کہ آئندہ راستہ نہ چھوڑنا۔

۲۱۔ ایک مرتبہ حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں ایک شخص آکر رویا کہ مجھ پر تیس ہزار روپے قرض ہیں اور مکان بھی جل گیا ہے۔ آپؒ نے اس کا قرض ادا کر دیا۔

۲۲۔ حضرت امام موفقؒ نے لکھا ہے کہ امام اعظمؒ گھر میں چار ہزار سے زائد رقم نہ رکھتے تھے جونہی زیادہ ہوئی اسے خیرات کر دیا۔ فرماتے تھے کہ حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ مسلمان کے پاس چار ہزار سے زائد رقم نہیں ہونی چاہئے۔ اس وقت کے چار ہزار آج کے ایک ہزار کے برابر ہوتے تھے۔

۲۳۔ حضرت امام موفقؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کے گھر میں روزانہ جتنا کھانا پکتا تھا اتنا غرباء کے لئے بھی روزانہ پکتا تھا۔

۲۴۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب گھر کے کپڑے خریدتے تھے تو اتنی رقم کے کپڑے غرباء کے لئے بھی خریدتے تھے۔ یہ عمل ساری عمر رہا۔

۲۵۔ حضرت امام سفیانؒ ثوری یہ حضرت امام اعظمؒ کے حریف تھے کوفے میں ہی رہتے تھے۔ یہ محدث ہیں مصنفین صحاح ستہ کے استاد ہیں۔ انہیں اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو فرماتے اس کا حل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے

پاس ہے مگر ہم جا نہیں سکتے۔ کسی نے لکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ رات کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے درس میں آتے تھے چھپ کر آتے تھے تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔

۲۶۔ منصور عباسیؒ کے وقت ایک پادری آپؒ سے مناظرہ کرنے کیلئے آیا۔ اس نے حضرت امام اعظمؒ سے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ سے پہلے کون تھا؟ حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کیا تم گنتی جانتے ہو؟ اس پادری نے کہا ہاں۔ آپؒ نے فرمایا گنو! اس نے ایک سے دس تک گنا۔ تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اب بتاؤ کہ ایک سے پہلے کیا ہندسہ ہے۔ تو وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ یہ پادری روم سے آیا تھا اس نے دوسرا سوال کیا۔

۲۷۔ دوسرا سوال کہ خدا تعالیٰ کا منہ کس طرف ہے؟ حضرت امام اعظمؒ نے فانوس منگوا کر سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ پادری صاحب بتاؤ کہ فانوس کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو ہر طرف ہے۔ تو حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ فانوس کی حقیر سی روشنی کا منہ تو ہر طرف ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات اقدس کا منہ پوچھتے ہو کہ کس طرف ہے؟

۲۸۔ اس پادری نے تیسرا سوال کیا کہ خدا تعالیٰ اس وقت کیا کام کر رہا ہے؟ حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تم ایک بڑے بادشاہ روم کے پیغام رساں ہو اور میں ایک ادنیٰ سا انسان ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ اس وقت یہ کام کر رہے ہیں کہ مجھے خدا نے عمدہ مقام عطاء کیا ہے اور تجھے کم درجہ عطا کیا ہے کہ تو میرے پاس چل کر آیا ہوا ہے۔

۲۹۔ آپکے تمام مسائل شورائی ہیں۔ معنی یہ کہ فقہاء، محدثین، مشائخ اور

صوفیاء کرامؒ سب کے سب آپ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً چالیس ہوتی تھی۔ حضرت امام اعظمؒ ان حضراتؒ کو ایک ایک مسئلہ پیش کرتے تھے وہ حضرات اس مسئلے پر کئی دن سوچ بچار کرتے تھے جب وہ حضرات قرآن وحدیث کے مطابق اس مسئلے کو سمجھتے تو پھر وہ اس مسئلے کو پاس کرتے۔ بعد میں حضرت امام اعظمؒ حضرت امام ابو یوسفؒ کو فرماتے کہ اس مسئلے کو لکھ لو۔

۳۰۔ تو بشارت و کرامات۔ علم و عقل۔ تقوی اور شورائی لحاظ سے حضرت امام اعظمؒ کے مذہب کو ترجیح ہے۔ ترجیح کی وجہ ایک اور بھی ہے کہ مختلف زمانوں میں مختلف حکومتوں نے جتنا عمل فقہ حنفی پر کیا ہے اتنا اور کسی فقہ پر نہیں ہوا۔ غزنوی، لودھی، عباسی وغیرہ یہ سب فقہ حنفی کے مقلد تھے اور ملک کا قانون حنفی تھا۔ اسی طرح افغانستان اور ترکستان وغیرہ میں بھی حنفی حکومتیں رہیں۔

بغداد شریف میں پانچ سو سال بنو عباس کی حکومت رہی جو تیونس سے لیکر کشمیر تک ایک عظیم الشان سلطنت تھی یہ حکومت پانچ سو سال تک فقہ حنفی پر عمل پیرا رہی۔ اس وقت ان علاقوں میں بڑے بڑے محدث اور علماء کرام موجود تھے کسی نے فقہ حنفی پر اعتراض نہ کیا آج معترض مولوی پیدا ہو گئے ہیں؟

یہ عاقبت نااندیش حضرات اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں حضرت امام اعظمؒ کی شخصیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

۳۱۔ ترکی میں سلطان سلیم سے لیکر کمال اتاترک تک پانچ سو سال کا

عرصہ فقہ حنفی پر حکومت قائم رہی ہے۔ کیا آج تک اتنی عظیم الشان حکومتوں میں جس شخص کی فقہ پر عمل ہوتا رہا ہے کیا یہ ان کی مقبولیت کی نشانی نہیں ہے؟ آج بھی دنیا میں دوتہائی کی اکثریت فقہ حنفی کی مقلد ہے۔

۳۲۔ فقہ حنفی کی جامعیت یہ ہے کہ باقی تینوں فقہ میں زندگی کے ہر موڑ کی جامعیت نہیں ہے ماسوا فقہ حنفی کے کہ اس میں تمہیں اکملیت ملے گی۔

ایک مرتبہ مراکش کے بڑے عالم دیوبند تشریف لائے یہ مالکی مذہب رکھتے تھے۔ انہیں فقہ حنفی پر چند اعتراض تھے۔ مہتمم صاحب انہیں میرے پاس لائے۔ گفتگو عربی میں ہوئی۔

○ مولانا صاحب نے اعتراض کیا کہ حضرت امام اعظمؒ کا مذہب تمدن کے خلاف ہے۔

○ میں نے کہا تمدن کسے کہتے ہیں؟

○ فرمایا جو جنگلی انسانوں کی طرح میلا کچیلا ہوتا ہے

○ میں نے کہا کہ ظاہریؒ جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے ان کا قول ہے کہ جب تک پانی کا رنگ اور اوصاف نہ بدلیں تو پانی پلید نہیں ہوتا۔ یعنی رنگ۔ بو اور مزہ نہ بدلے تو پانی پاک ہے۔ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دو مشک برابر پانی میں پلیدی پڑ جائے تو پانی ناپاک ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر بڑے پانی میں ایک کونے میں تھوڑی سی پلیدی پڑ جائے تو اس کونہ سے چھوڑ کر دوسرے کونے سے پاکی کرسکتا ہے۔ میں نے کہا مولانا! اگر حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب خلاف تمدن ہوتا تو اتنے ممالک ان کی فقہ پر عمل نہ کرتے۔

پھر میں نے مذاق کے طور کہا کہ گھر میں رکھوالی وغیرہ کے لئے کتا رکھنا جائز ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کتے کی خرید و فروخت جائز رکھی اور باقی تین ائمہ کرامؒ نے جائز قرار نہیں دی۔ اب کتا مفت تو کوئی نہیں دیتا۔ تو رکھوالی کیلئے دشواری پیش آتی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں بڑی وسعت ہے تو مولانا صاحب فرمانے لگے کہ آج کی تاریخ سے میں نے تحقیق کر لی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تمدن کے خلاف نہیں۔

۳۳۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ جنت میں بیٹھے ہیں اور کچھ لکھے جا رہے ہیں۔ بہت بڑے بنگلے میں بیٹھے تھے۔ تو آپؒ نے بہت کچھ لکھا۔ میں نے عرض کی حضرت کیا لکھا ہے۔ فرمایا ان جنتیوں کی فہرست بنا رہا ہوں جو میرے مقلد ہیں اور اپنے شاگردوں کی بھی میں نے عرض کی کہ میرا نام بھی درج کر لیویں۔ تو فکتب اسمی باخرھم: تو میرا نام آخر میں لکھا۔ یہ اس لئے کہ جنت میں میرا داخلہ بعد میں ہوگا اور حضرت امام ابو یوسفؒ، حضرت امام صاحبؒ کے امیر ترین شاگرد تھے۔ اس لئے حضرت امام صاحبؒ نے ان کا نام بھی آخر میں لکھا۔

۳۴۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فقہ حنفی کے متبعین پر کچھ انعامات تقسیم کیے ہیں اور میں ان انعامات کی فہرست لکھ رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درس نمبر ۷

۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ء جمعہ عنوان: چاروں مسلک برحق ہیں

یبنی اسرائیل اذکر وا نعمتی التی----تکتمون الحق وانتم تعلمون۔

فقہ و اجتہاد پر تفصیل کو جی چاہتا ہے مگر وقت کی کمی کے باعث برکت کے طور پر مختصر بیان کیا ہے تاکہ حضرت امام اعظمؒ کی تعریف میں ہمارا بھی حصہ شامل ہو جائے۔ ورنہ اگر ہزار سال عمر ملے اور ہم روزانہ حضرت امام صاحبؒ کی تعریف کریں تو بھی ہم ان کی تعریف کرنے سے عاجز ہیں۔

○ فقہی مذاہب چار ہیں۔ آیا چاروں حق ہیں؟ ان پر بیان ہوگا۔

آج ۱۲ سو سال بعد عالم اسلام کی دو تہائی فقہ حنفی کی مقلد کیوں ہے؟ اور یہ اعزاز امت میں کسی امام یا محدث کو نصیب نہیں۔ اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

○ قرآن پاک اس بات پر زور دیتا ہے کہ دین کے ایسے ماہر ضرور موجود ہوں کہ قیامت تک ہونے والے واقعات کے مسائل اپنے اجتہاد سے قرآن و سنت کے مطابق نکالتے رہیں۔

○ قرآن پاک میں صاف لفظوں میں یعنی ظاہری طور پر پانچ سو احکامات ہیں۔ اور حدیث پاک میں چار ہزار ہیں۔ اگر ان کے علاوہ کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے تو اس کا حل کیا ہو گا؟ اور دین پھر کس طرح کامل رہے گا۔

○ جبکہ حضرت امام اعظمؒ نے قرآن و سنت سے تقریباً آٹھ لاکھ مسائل مستنبط فرمائے ہیں۔ قرآن کہتا ہے تبیانا لکل شئی: کہ وہ ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے۔ تو پھر اس کا مصداق کس طرح بنے گا۔ دوسری جگہ یاایھا الذین امنو الا تسئلواعن اشیا، ان تبدلکم تسوکم: فرمایا کہ تم پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے بار بار سوال نہ کیا کرو۔

اب اگر سوال نہ کیا جائے تو مسائل حل نہیں ہوتے۔ تو یہ اشارہ ہے کہ ائمہ کرامؒ آکر مسائل کا حل کریں گے۔ پھر دیکھا کہ ائمہ کرامؒ نے مسائل کا کس طرح حل کیا۔ صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً آٹھ لاکھ مسائل مستنبط کئے۔

○ صحاح ستہ میں سے کوئی امام تابعی نہیں لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔ حضرت امام موفقؒ نے سات صحابہ کرامؓ کا نام لیا ہے جن سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات ہوئی ہے۔

○ پھر حضرت امام اعظمؒ کیلئے جو پیشین گوئی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے وہ دوسرے کسی امام صاحبؒ کے لئے نہیں ہے۔ یہ میں نہیں کہہ

رہا یہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ کا فرمان ہے۔

○ پھر اگر علم، اجتہاد اور حدیث کو معیار لیا جائے تو دنیا میں جو اول نمبر کے محدث کرام گزرے ہیں وہ حضرت امام اعظمؒ کے براہ راست یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔ مناقب موفق اور کردری میں یہ سند کے ساتھ ذکر ہے۔

○ حضرت امام مالکؒ فن حدیث اور فقہ دونوں میں حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔

○ یہ حضرت محمد ابن حسن شیبانیؒ اور وکیع بن الجراح کے شاگرد ہیں یہ دونوں حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں تو حضرت امام مالکؒ بالواسطہ شاگرد ہوئے۔

○ اسی طرح حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں تو یہ دونوں ائمہ کرامؒ بھی بالواسطہ حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد بنے۔

○ حضرت امام سفیان ثوریؒ یہ صحاح ستہ کے بالواسطہ استاد ہیں۔ یہ بھی حضرت امام صاحبؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔

○ حضرت لیث بن سعد یہ مصر کے رہنے والے تھے ان کے متعلق ذکر ہے کہ یہ دنیا کے عظیم ترین محدث تھے۔ ان کے بارے میں ہے هوا فقه من مالک: فرمایا کہ یہ حضرت لیث بن سعدؒ حضرت امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ تھے۔ لیکن ان کے شاگردوں نے غفلت سے کام لیا اور ان کی فقہ ضائع کر دی یہ حضرت لیث بن سعد حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔

○ شاہ عالم سے پہلے حضرت مولانا ابوالحسنؒ سندھی اور حضرت شیخ

عبدالحقؒ محدث دہلوی دونوں حضرات مکہ شریف میں حدیث پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے واپس آکر ہندوستان میں حدیث شریف پھیلائی۔ پھر حضرت مولانا ابوالحسن سندھیؒ مدینہ شریف ہجرت کر کے چلے گئے۔

○ ان کے بعد حضرت شاہؒ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ پھر ان کے بعد حضرت سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ہیں ان حضرات سے قبل ۱۳۰ محدثین کرامؒ کی تعداد تھی یہ سب حضرت امام اعظمؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔

○ اجتہاد کا تو یہ عالم تھا مشہور ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کا زمانہ علماء کرامؒ سے پُر تھا۔ لکھتے ہیں کہ کوئی مسئلہ جس کا علماء کرامؒ کے پاس حل نہ ہوتا تھا اس مسئلے کا حل حضرت امام اعظمؒ کے پاس ہوتا تھا۔

○ حضرت امام عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے روئے زمین پر حضرت امام اعظمؒ کے برابر عالم نہ دیکھا تھا۔

○ ترکِ دنیا کا یہ عالم تھا کہ حضرت امام اعظمؒ ایک ایک مجلس میں تقریباً ستر ستر ہزار روپے بخش دیتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ ایک مجلس میں آپؒ نے تیس ہزار دینار بخشے تھے۔ غرباء کے کھانے اور کپڑوں کی بخشش کے بارے میں سابقہ درس میں ذکر کر آیا ہوں۔

○ حضرت امام موفقؒ لکھتے ہیں۔ **وكان ابوحنيفه ابر برا:** کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ محدثین کرام کو بہت سا مال عطا کیا کرتے تھے۔

○ امین اس قدر تھے کہ وفات کے وقت مسلمانوں کی نقد امانت تقریباً پانچ کروڑ روپے تھے پچھلے درس میں ذکر کر آیا ہوں کہ ہر رات چار سو رکعت

نفل پڑھا کرتے تھے اور چالیس سال عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ پچپن (۵۵) حج ادا کئے۔ رمضان شریف میں اکٹھے ختمِ قرآن کرنا۔ قبر کی جگہ پر سات ہزار ختمِ قرآن کرنا۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟ منصور کی اتنی بڑی سلطنت کی قضاء نہ لینا۔ اس نے قید کرلیا اور بہت ایذاء دیتا تھا۔ آپؒ نے فرمایا۔ **اخترت عذاب الدنيا على عذاب الاخرة:** کہ میں نے عذاب دنیا کو عذاب آخرت پر ترجیح دی ہے۔

○ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی میں جس قدر مسائل مستنبط ہیں اس قدر دیگر کسی فقہ میں نہیں۔ یہ حافظ ابن حجرؒ شافعی المذہب ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ ہر امام صاحبؒ نے قرآن و حدیث سے مسائل اپنے ذہن سے مستنبط کئے ہیں۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے چالیس جید اور متقی علماء کرامؒ کی جماعت بشار رکھی تھی۔ وہ جماعت جو مسئلہ پاس کر دیتی وہ حضرت امام صاحبؒ لکھ دیتے۔

اور لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کے مسلک حنفی کو جتنا حکومتوں میں رائج ہونے کا موقع ملا دوسرے کسی مذہب کو نہیں ملا۔ اب اگر کوئی مولوی جو کسی مسجد کا خطیب ہو وہ آپکو کہے کہ میری بات مانو تو امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ دو اور فیصلہ پھر آپ خود کرلیں۔

○ اب دو مسائل ذکر کرتا ہوں جن میں علماء کرامؒ کو بھی تردد ہے۔

اسلام میں کئی فرقے بنے۔ کچھ عقائد اور کچھ فقہ کے اعتبار سے۔ عقائد کے اعتبار سے مثلاً شیعہ و سنی اور خوارج وغیرہ۔ فقہی فرقے تو بہت تھے اب صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت ابن ابی آئب محدث یہ مدینہ طیبہ میں رہتے

تھے انہوں نے ایک کتاب سات جلدوں میں لکھی اس کا نام بھی موطا رکھا۔ اور حضرت امام مالکؒ نے بھی لکھی جو ایک جلد میں تھی اس کا نام بھی موطا امام مالکؒ ہے۔ کسی نے حضرت امام مالکؒ سے کہا کہ آپؒ نے ایک جلد لکھی ہے ور ابن ابی آبؒ نے سات جلدیں لکھی ہیں۔ فرمایا کان للّٰہ یبقی : کہ اللہ تعالیٰ کو بقا ہے۔ آج موطا امام مالکؒ ہر جگہ موجود ہے مگر حضرت ابن ابی آبؒ کی موطا کا نام نہیں۔ تو میرا مقصد یہ ہے کہ فقہ تو بہت تھیں مگر اب چار باقی ہیں۔

o عقائد کے لحاظ سے جو فرقے ہیں ان میں حق اور ناحق کون ہیں؟

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ: یعنی کتنے فرقوں میں امتِ محمدیہ تقسیم ہوگی؟ یہ ایک محاورہ ہے کوئی عدد نہیں۔ چاہے ۷۳ فرقے ہوں یا اس سے زائد ہوں۔ قرآن نے یہ محاورہ دیا ہے۔ وان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم: کہ اللہ تعالیٰ ہرگز بخشش نہ دے گا چاہے کہ ۷۰ مرتبہ بھی بخشش مانگی جائے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ۷۱ بار بخشش مانگیں تو پھر بخشش دے گا؟ نہیں۔ یہ مطلب نہیں بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اگر تم مغفرت کثیر بھی مانگو تو خدا تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ تو یہ عربی میں محاورہ ہے کہ ۷۳ فرقے یا اس سے زائد ہوگئے آج مولوی صاحبان نئے نئے مسائل پوچھتے ہیں مگر یہ نہیں پوچھتے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمائے ہیں کہ نہیں یا حضور نبی کریم ﷺ نے بھی یہ کام کیا ہے کہ نہیں۔ کوئی نور بشر ور حاضر و ناظر کے مسائل لئے پھرتے ہیں۔

اسلام میں کئی فرقے پیدا ہوئے اور وقت گزرنے کے ساتھ مٹتے گئے۔ لیکن آج نئے فرقے پیدا ہوئے ہیں مثلاً قادیانیت یہ ناری فرقوں میں سے ہے۔ کیا اس فرقے کا نام کسی صحابیؓ یا حضور نبی کریم ﷺ نے لیا ہے تو یہ ان ناری فرقوں میں سے ہے کیونکہ عدد تحدید کیلئے نہیں بلکہ تکثیر کیلئے ہے۔

o باقی فقہ کے لحاظ سے کئی مذہب تھے کافی ختم ہوگئے چار باقی ہیں۔ مالکیؒ، شافعیؒ، حنفیؒ، حنبلیؒ، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے ایک حق پر ہے یا چاروں حق پر ہیں؟

دیکھو چاروں ائمہ کرامؒ اور تمام علماء کرامؒ اس بات پر متفق ہیں کہ جہاں قرآن میں صاف حکم موجود ہو تو وہاں اجتہاد کرنا حرام ہے۔ اور جہاں مسئلہ قرآن میں بظاہر نہیں اور امت پوچھتی ہے تو اس جگہ قرآن و سنت کے مطابق مسائل مستنبط کریں گے۔ تو یہی وجہ چاروں مسلک برحق ہیں۔

o حضرت عبدالوہابؒ شعرانی یہ شافعی المذہب ہیں انہوں نے جنت کے چار راستے بنا کر نقشہ بنایا ہے چاروں راستے جنت میں جا رہے ہیں۔

o حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ ہر مجتہد نے جو اجتہاد کیا ہے وہ درست ہے اور حق پر ہے۔

o مستصفیٰ میں حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ہر مجتہد حق پر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جو حکم بظاہر ذکر نہ ہو اور وہ حکم مجتہد سے پوچھا جائے۔ تو اگر مجتہد یہ کہہ دے کہ بس جو تمہاری مرضی ہو کر ڈالو۔ تو پھر اسلام جامع و مکمل نہ ہوا۔ تو کیا یہ بات درست ہوگی؟ نہیں بلکہ قرآن و سنت کے اعتبار سے مسائل مستنبط کئے۔ ہر امام صاحبؒ نے اپنی پوری قوت

صرف کر کے اجتہاد کیا۔ جو مختلف ہیں۔ تو مثال دیتا ہوں کہ قرآن میں منصوصات تو موجود ہیں لیکن اس کے مخالف بھی قرآنی آیات موجود ہیں۔ تو ائمہ کرامؒ اجتہاد کریں گے کہ کس آیت کو کس آیت پر ترجیح ہے اور یا کونسی حدیث درست اور کونسی غلط ہے وغیرہ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جنگل میں چار آدمی مسافر ہیں۔ نماز کا وقت آ گیا تو قبلہ کی سمت میں شک ہو گیا۔ تو ان چار مسافروں نے اپنی پوری کوشش سے قبلہ کی سمت تجویز کی۔ اور ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ سمت تجویز ہوئی۔ تو چاروں ائمہ کرامؒ متفق ہیں کہ چاروں کی نماز درست ہے۔ اور بعد میں اگر معلوم ہو کہ قبلہ فلاں سمت تھا تو نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ قرآن بھی فرما رہا ہے۔ فاینما تولو افثم وجه الله: فرمایا کہ تم جس طرف رخ کرو گے اللہ تعالیٰ کو اسی طرف پاؤ گے۔

یہ آیت عام نمازیوں کیلئے نہیں بلکہ جن کو قبلہ شریف کی سمت میں شک پیدا ہو گیا ہو۔ تو ایسے لوگ اپنی پوری کوشش کر کے جو سمت تجویز کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

تو اجماع ایک قرآن کی آیت دو۔ حدیث پاک تین۔ اور قیاس کے بارے میں وہ حدیث آپکو لکھوائی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو فرمایا کہ فیصلے کیسے کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ قرآن سے اگر قرآن سے نہ ملا تو پھر حدیث پاک سے اور اگر حدیث پاک سے نہ ملے تو پھر خود اجتہاد کروں گا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی۔

تو فیصلوں کے لئے حضور نبی کریم ﷺ مجتہد صحابہ کرامؓ بھیجتے تھے اور دوسرے کاموں میں مثلاً خطابت و تبلیغ کیلئے دوسرے صحابہ کرامؓ بھیجا کرتے

تھے۔

حدیث: اذا اجتهد الحاکم فاصاب فله اجران وان اخطأ فله اجر واحد: جب حاکم نے اجتہاد سے کام لیا، اگر اس نے درست فیصلہ کیا تو اُسے دو ثواب ہوں گے اور اگر غلطی ہو گی تب بھی ایک ثواب ملے گا یہ دو متضاد قول ہیں کہ غلطی کی صورت میں اجر واحد۔ تو سوال یہ ہے کہ گناہ پر اجر ملتا ہے؟ نہیں۔ تو ایک تو یہ ہے کہ ہر مجتہدؒ حق پر ہے۔ تو ایک حقِ شرعی ہے اور ایک حق واقعی ہے۔ واقعی تو وہ ہے جو اللہ کے علم میں ہے تو اس کے لحاظ سے کوئی اس کو پانے والا ہے اور کوئی نہیں پانے والا۔ یہ ہے متضاد قول کی تطبیق۔